اسلامیات، معاشرتی علوم

8

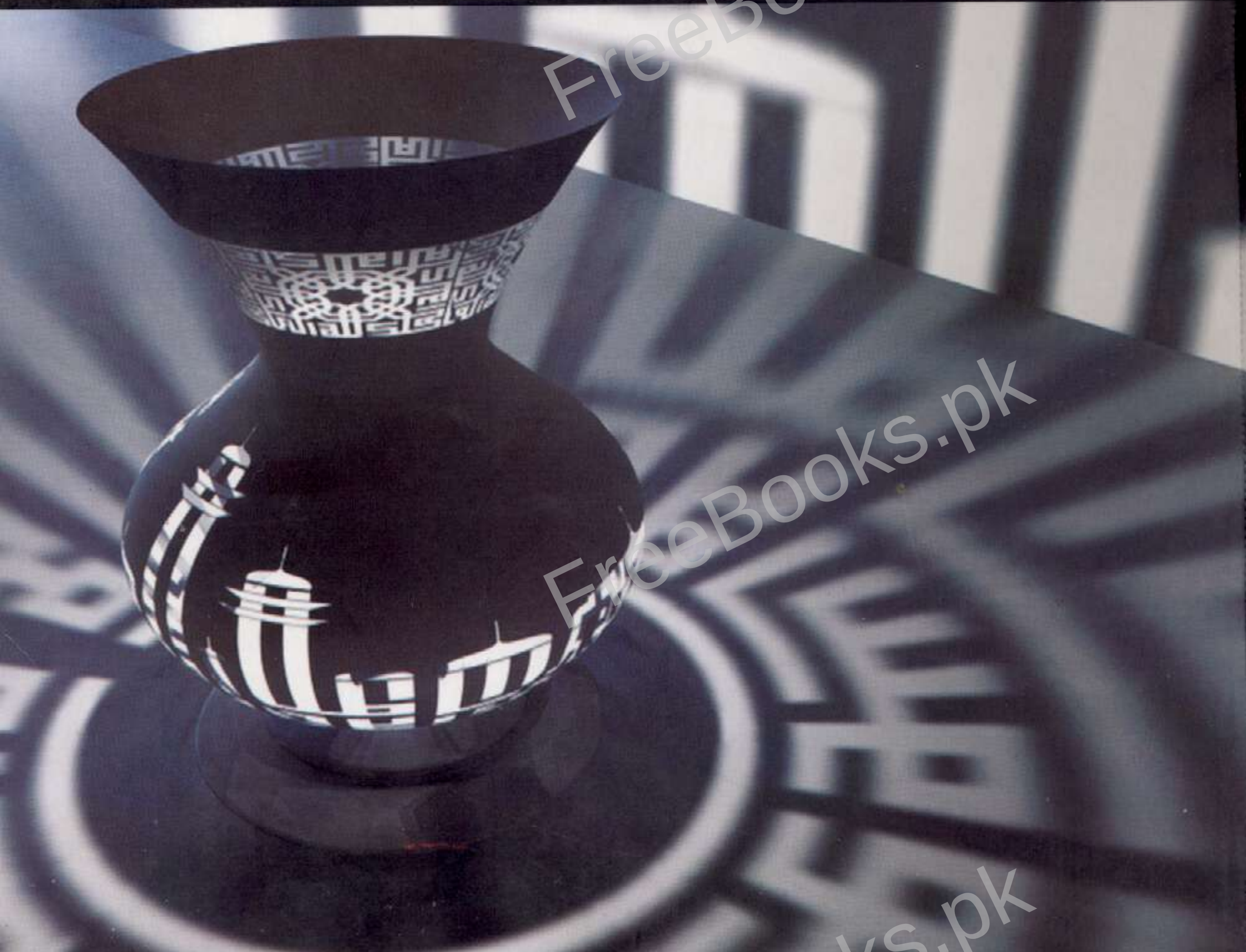

وزیر اعلیٰ پنجاب کا پروگرام برائے تعلیمی اصلاحات

FreeBooks.pk

فہرست

صفحہ	مضمون
1	I- قرآن مجید:
1	(ا) ناظرہ: پارہ نمبر 23 تا پارہ نمبر 29 (7 پارے)
2	(ب) حفظ قرآن: الفجر، البلد، الشمس
5	(ج) مواد برائے حفظ و ترجمہ: آیت الکرسی
6	II- ایمانیات و عبادات:
6	(ا) عقیدۂ آخرت اور تعمیر سیرت میں اِس کا کردار
10	(ب) عبادات: حج اور اُس کی عالمگیریت
12	III- اُسوۂ حسنہ:
12	(1) خُلقِ عظیم (رحمت و شفقت)
14	(2) صبر و تحمل
16	(3) اِیفائے عہد
18	(4) اِستقامت
21	(5) حُسنِ معاشرت
24	(6) اِخلاص و تقویٰ
27	(7) عدل و احسان
29	(8) اندازِ تربیت و تبلیغ
32	(9) فکرِ آخرت

FreeBooks.pk

صفحہ	مضمون
	IV-اخلاق وآداب:
34	
34	(1) خشیت الٰہی
36	(2) امر بالمعروف ونہی عن المنکر
39	(3) حقوق العباد (یتیم، بیوہ، معذور، مسافر)
43	(4) کاروبار میں دیانت
45	(5) تعلقات میں منافقت سے اجتناب
48	(6) جہاد
51	(7) اتحادِ ملی
	V-
54	(ا) ہدایت کے سرچشمے: حضرت عیسٰی علیہ السلام
57	(ب) روشنی کی طرف سفر: حضرت سلمان فارسیؓ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

باب1

قرآن مجید

(ا) **ناظرہ:** پارہ نمبر23 تا پارہ نمبر29 (7 پارے)

(ب) **حفظِ قرآن:** الفجر، البلد، الشمس

(ج) **حفظ و ترجمہ:** آیت الکرسی (البقرۃ:255)

وضاحت

معلّم کو چاہیے کہ طلبہ کو ناظرہ والا حصہ قرآن مجید سے باقاعدہ ناظرہ پڑھائے۔ ناظرہ اور حفظ والے حصے کا دورانِ سال بھی امتحان لیا جائے اور سالانہ امتحان کے موقع پر بھی زبانی امتحان لیا جائے اور اس میں حاصل کردہ نمبر رزلٹ شیٹ میں باقاعدہ الگ درج کیے جائیں۔ اسلامیات کے کل سو نمبروں میں سے اس کے لیے چالیس نمبر مقرر کیے گئے ہیں اور اسلامیات میں پاس ہونے کے لیے اس حصے میں کامیابی لازمی ہے۔

(ب) حفظِ قرآن:

سُوْرَۃُ الْفَجْرِ مَکِّیَّۃ : آیات 30

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
وَالْفَجْرِ (١) وَلَيَالٍ عَشْرٍ (٢) وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (٣) وَالَّيْلِ اِذَا
يَسْرِ (٤) هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ (٥) اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ
رَبُّكَ بِعَادٍ (٦) اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (٧) الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا
فِي الْبِلَادِ (٨) وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (٩)
وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ (١٠) الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ (١١)
فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ (١٢) فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ
عَذَابٍ (١٣) اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (١٤) فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا
ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ (١٥)
وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ
اَهَانَنِ (١٦) كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ (١٧) وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ
عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (١٨) وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا (١٩)
وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (٢٠) كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا

FreeBooks.pk

دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَجِایْٓءَ
يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ
الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ
لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ
اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِىْۤ اِلٰى
رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ﴿۲۹﴾
وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ﴿۳۰﴾

سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّة : آيات 20

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا
وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِىْ كَبَدٍ ﴿۴﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ
عَلَيْهِ اَحَدٌ ﴿۵﴾ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ
اَحَدٌ ﴿۷﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ﴿۸﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿۹﴾ وَهَدَيْنٰهُ
النَّجْدَيْنِ ﴿۱۰﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ
رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِىْ يَوْمٍ ذِىْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾

أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا
بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾
وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّة : آيات 15

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ﴿١﴾ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا ﴿٢﴾ وَالنَّهَارِ إِذَا
جَلَّاهَا ﴿٣﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَاهَا ﴿٤﴾ وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا ﴿٥﴾
وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا ﴿٦﴾ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ﴿٧﴾ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا
وَتَقْوَاهَا ﴿٨﴾ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ﴿٩﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ﴿١٠﴾
كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ﴿١١﴾ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا ﴿١٢﴾ فَقَالَ لَهُمْ
رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ﴿١٣﴾ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ
عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوَّاهَا ﴿١٤﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ﴿١٥﴾

FreeBooks.pk

آیۃ الکرسی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۬ۚ لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوۡمٌ ؕ لَہٗ
مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ
اِلَّا بِاِذۡنِہٖ ؕ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ مَا خَلۡفَہُمۡ ۚ وَ لَا یُحِیۡطُوۡنَ
بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ ۚ
وَ لَا یَـُٔوۡدُہٗ حِفۡظُہُمَا ۚ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ﴿۲۵۵﴾

(البقرۃ : 255)

ترجمہ:

اللہ (وہ معبود برحق ہے کہ) اِس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ زندہ، ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اُسے نہ اُونگھ آتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اُسی کا ہے۔ کون ہے کہ اس کی اِجازت کے بغیر اِس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہو چکا ہے اُسے سب معلوم ہے اور وہ اُس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے، ہاں، جس قدر وہ چاہتا ہے (اُسی قدر معلوم کرا دیتا ہے) اِس کی بادشاہی (اور علم) آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے۔ اور اُسے اُن کی حفاظت کچھ بھی دُشوار نہیں۔ وہ بڑا عالی مرتبہ (اور) جلیل القدر ہے۔

باب 2

ایمانیات وعبادات

ا۔ ایمانیات

عقیدۂ آخرت اور تعمیر سیرت میں اس کا کردار

عقیدۂ آخرت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے۔ عقیدۂ آخرت سے مراد یہ ہے کہ انسان مندرجہ ذیل باتوں پر دل سے ایمان لائے اور یقین رکھے۔

عقیدۂ آخرت کے اجزا

1- یہ زندگی عارضی ہے۔ ایک دِن اللہ تعالیٰ تمام دنیا اور اس کی مخلوقات کو مٹا دے گا۔

2- پھر اللہ تعالیٰ ان کو ایک دوسری زندگی بخشے گا اور سب اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے۔ اسے حشر کہتے ہیں۔

3- اُس دن ہر انسان کا نامۂ اعمال اس کے ہاتھ میں تھما دیا جائے گا۔

4- اللہ تعالیٰ ہر شخص کے اچھے اور برے اعمال کا وزن فرمائے گا۔ جس کی نیکیاں اللہ کی میزان میں برائیوں سے زیادہ وزنی ہوں گی، اسے بخش دے گا اور جس کی برائیوں کا پلہ بھاری رہے گا اسے سزا دے گا۔

5- جن لوگوں کی بخشش ہو جائے گی وہ جنت میں جائیں گے اور جن کو سزا دی جائے گی وہ دوزخ میں جائیں گے۔ وہی ابدی زندگی ہوگی۔

عقیدۂ آخرت کی عقلی توجیہ

ہر شخص اس سوال کا جواب جاننا چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد ہم کہاں جاتے ہیں؟ اور وہاں ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ لیکن ہمارے پاس یہ بات جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ یہ ہمارے تجربے اور مشاہدے سے بھی باہر ہے اور کسی نے مرنے کے بعد ہمارے پاس واپس آ کر اس کا کوئی جواب بھی مہیا نہیں کیا۔ امین اور سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اس کا یقینی علم اس دنیا کے خالق و مالک کی طرف سے بھجوایا ہوا ہے اور ایک اطمینان بخش جواب ہے۔ اسے مان لینا ایک معقول بات ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والا ہر شخص عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھتا ہے کیونکہ یہ عقیدہ ہمارے سچے رسول ﷺ کی زبانی ہم تک پہنچا ہے اور آج تو علم و عقل بھی اس کی تائید کر رہے ہیں۔ سائنس دان بھی اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ ایک دن سورج ٹھنڈا اور بے نور ہو جائے گا۔ سیارے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے اور دنیا تباہ ہو جائے گی۔ ''انسان کے تمام اعمال کا ریکارڈ اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہو رہا ہے۔'' اس بات کا سائنسی ثبوت یہ ہے کہ آواز کی لہریں گرد و پیش کی چیزوں پر اپنا نقش چھوڑ جاتی ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ " اللہ تعالیٰ حشر کے دن عدالت لگائے گا اور بے مثال حق وانصاف کے ساتھ ہمارے اچھے اور برے اعمال کی جزاوسزا دے گا۔"، عقل تو خود یہ چاہتی ہے کہ ایسا ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دُنیا میں کوئی شخص نیکی کرتا ہے اور اکثر اوقات اس کا مکمل اور صحیح فائدہ اسے حاصل نہیں ہوتا۔ ایک شخص بدی کرتا ہے اور اکثر حالات میں وہ ہر قسم کی سزا یا نقصان سے یا تو کلیتاً بچ جاتا ہے، یا اسے اس کی برائی کے مقابلے میں بہت معمولی سا نقصان اٹھانا پڑتا ہے جس سے انصاف کے تقاضے کسی طرح پورے نہیں ہوتے۔ ایسی ہزاروں مثالوں کو دیکھ کر عقلِ انسانی مطالبہ کرتی ہے کہ مکمل جزاوسزا کا ایک دن ضرور ہونا چاہیے اور پھر اللہ تعالیٰ اس پر قادر بھی ہے۔ اسی نے انسان اور کائنات کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اور دوسری مرتبہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے آسان ہے۔

تعمیر سیرت میں عقیدۂ آخرت کا کردار

(ا) عقیدۂ آخرت نیکی کی بنیاد

آخرت کا انکار یا اقرار انسان کی سیرت کے بنانے یا بگاڑنے پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ ایک وہ شخص ہے جس کی نظر صرف اسی دنیا کے فائدے یا نقصان پر ہے۔ یہ شخص کسی ایسے برے کام سے پرہیز نہ کرے گا جس سے دنیا میں اسے نقصان پہنچنے کا خطرہ نہ ہو اور نہ وہ کسی ایسے اچھے کام پر آمادہ ہوگا جس سے اُسے دُنیا میں فائدہ ملنے کی اُمید نہ ہو۔ ایسے شخص کے لیے قطعی ناممکن ہے کہ وہ ایک قدم بھی اسلام کے راستے پر چل سکے۔ اسلام کہتا ہے کہ اللہ کی راہ میں غریبوں کو زکوٰۃ دو۔ وہ جواب دیتا ہے زکوٰۃ سے میری دولت گھٹ جائے گی۔ میں تو الٹا اپنے مال پر سُود لوں گا۔ اسلام کہتا ہے کہ سچ بولو اور جھوٹ سے پرہیز کرو۔ خواہ سچائی میں کتنا ہی نقصان اور جھوٹ میں کتنا ہی فائدہ ہو۔ وہ جواب دیتا ہے میں ایسی سچائی کو لے کر کیا کروں جس سے مجھے نقصان ہو اور فائدہ کچھ نہ ہو۔ اور ایسے جھوٹ سے پرہیز کیوں کروں، جو فائدہ مند ہو اور جس میں بدنامی کچھ بھی نہ ہو۔ یہ تمام رویے اُس شخص کے ہیں جو عقیدۂ آخرت کو یا تو مانتا ہی نہیں یا مانتا بھی ہے تو شک کے ساتھ، یقین کے ساتھ نہیں۔

(ب) عقیدۂ آخرت اعلیٰ کردار کی تشکیل کا ذریعہ

اب ذرا دوسرے شخص کا حال ملاحظہ ہو۔ یہ وہ شخص ہے جس کی نظر افعال کے آخری نتائج پر ہے۔ وہ دنیا کے فائدے اور نقصان کو عارضی چیز سمجھتا ہے اور آخرت کے ابدی فائدوں یا نقصان کا خیال کرتے ہوئے نیکی کو اختیار کرتا یا بدی کو چھوڑ دیتا ہے۔ ایسے شخص کے دل میں اگر کبھی خیال آئے کہ امتحان میں ناجائز ذرائع سے کامیابی حاصل کر لی جائے، رشوت یا سفارش کے ذریعے کوئی اونچا عہدہ حاصل کر لیا جائے، مالک سامنے نہیں تو اُس کی کوئی قیمتی چیز ہی چرا لی جائے جو مجھے امیر بنا دے۔ امانت رکھوانے والا تو مر گیا، کیوں نہ اُس کی امانت ہڑپ کر لی جائے کیونکہ اُس کے بال بچوں کو اس کی خبر ہی نہیں۔ افسر تو دفتر چھوڑ کر کام سے چلا گیا ہے، کیوں نہ اُس کی غیر موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر چند گھنٹے سیر وتفریح میں یا گپ شپ میں گزار لیے جائیں...... اس قسم کے خیالات دل میں پیدا ہوتے ہی آخرت پر ایمان رکھنے والے شخص کی نظر اُس آنے والے وقت کی طرف اُٹھ جاتی ہے جب وہ اللہ کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنے ہر عمل کے لیے جوابدہ ہوگا۔ یہی خیال اُسے دنیاوی لذات کو چھوڑ کر آخرت کے فائدوں کی طرف مائل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ بات اس طرح بیان کی گئی ہے۔

"پس لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دُنیا ہی میں سب کچھ دے دے۔ ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور ان میں سے کوئی ایسا ہے، جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے ان اعمال کا حصہ (بدلہ) ہے جو انھوں نے کیے۔ اور اللہ جلدی حساب چکانے والا ہے۔"

(البقرہ: 200 تا 202)

ج۔ عقیدۂ آخرت: شجاعت، استقامت اور ایثار کا محرک

کبھی آپ نے سوچا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیوں کر آگ میں کود پڑے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام چھوٹی سی عمر میں کس طرح قربانی کے لیے تیار ہو گئے؟ سرورِ عالم ﷺ کے دل میں آخر کیا بات تھی جس کی بنا پر آپ ﷺ نے حسین محلات اور شاہانہ زندگی کے بجائے بان کی چارپائی اور کھجور کی چٹائی کو قبول کیا۔

(د) انصاف کہاں؟ اطمینان بخش جواب

اس دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دولت کے نشے میں چور ہیں، غرور و تکبر میں مبتلا ہیں، انسانوں پر ظلم ڈھاتے ہیں، لوگوں کے حق مارتے ہیں، حتیٰ کہ یتیموں اور بیواؤں تک کے مال و جائداد ہڑپ کر جاتے ہیں۔ دوسری جانب وہ لوگ ہیں جنھوں نے دفاعِ وطن کی خاطر، قیامِ صداقت اور انسانی بقاء کی خاطر ظالم و سنگدل حملہ آوروں اور چوروں لٹیروں کے خلاف جہاد کیا۔ اور کچھ وہ لوگ ہیں جنھوں نے فاقہ کشی میں زندگی گزاری، بھوک اور خوف کی آزمائش کا سامنا کیا، لیکن نہ کسی کا حق مارا، نہ کسی سے زیادتی کی۔ بلکہ خود دکھ سہہ کر دوسروں کو آرام پہنچایا۔ خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھانا کھلایا۔ اور حتی المقدور زندگی بھر انسانیت کی خدمت کرتے رہے۔ "ان سب کا صلہ کہاں ہے؟" ایک مومن کے پاس اس کا یقینی جواب یہی ہے کہ آخرت کے گھر میں جو "ابدی" ہے۔

ہ۔ عقیدۂ آخرت: سچا سہارا اور امید کی کرن

عقیدۂ آخرت ایک مسلمان کا بہت بڑا اور سچا سہارا ہے۔ اس زندگی میں کتنی ہی دشواریاں اور ناکامیاں ہم اس امید پر گوارا کر لیتے ہیں کہ آئندہ زندگی میں ان کی تلافی ہو جائے گی۔ اگر آج یہ عقیدہ ختم ہو جائے تو زندگی میں مایوسی چھا جائے۔ لاکھوں لوگ خودکشی کر لیں۔ بھوکے، دولت مندوں کے کپڑے نوچ لیں اور دنیا کا امن درہم برہم ہو جائے۔

مشق

1- ایمان بالآخرۃ کے اجزا کیا ہیں؟

2- اپنے اساتذہ کی رہنمائی اور کتابوں کے مطالعے کے ذریعے عقیدۂ آخرت پر ایک مفصل نوٹ لکھیں۔ اس پر ایک انعامی مقابلے کا اہتمام کریں۔ اپنے مضمون پر اپنے اساتذہ، والدین اور دیگر صاحبِ علم و تحقیق لوگوں سے مشورہ اور اصلاح حاصل کریں اور اسے اپنے سکول میگزین یا اخبارات و رسائل میں اشاعت کے لیے بھجوائیں۔

FreeBooks.pk

3- عقیدۂ آخرت کے بغیر نیکی اور حسنِ اخلاق کی کوئی بنیاد باقی نہیں رہتی، وضاحت کریں۔

4- اطاعتِ الٰہی اور اعلیٰ کردار صرف عقیدۂ آخرت ہی کے ذریعے ممکن ہے، تشریح کریں۔

5- تعمیر سیرت کے سلسلے میں عقیدۂ آخرت کے کردار پر ایک مفصل مضمون تیار کریں۔

6- خالی جگہ پُر کریں:

(ا) دوسری زندگی میں جس دن سب لوگ اللّٰہ کے سامنے ہوں گے، اسے................ کہتے ہیں۔

(ب) نامۂ اعمال میں انسان کے چھوٹے بڑے تمام................ درج ہوں گے۔

(ج) جس اللّٰہ نے انسان اور کائنات کو پہلی دفعہ پیدا کیا ہے اس کے لیے................ مرتبہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے۔

(د) آخرت کی جواب دہی کا احساس انسان کو ظلم اور برائی سے روکنے کا بہترین................ ہے۔

ب۔ عبادات

حج اور اس کی عالمگیریت

''حج'' کے لغوی معنی ہیں ''زیارت کا ارادہ کرنا'' شریعت میں اسے حج اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں انسان بیت اللّٰہ شریف کی زیارت کا ارادہ کرتا ہے۔ حج ہر بالغ اور صاحبِ استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: لوگوں پر اللّٰہ کا یہ حق ہے کہ جو بھی استطاعت رکھتا ہو، اس کے گھر کا حج کرے۔ اور جس نے کفر (و نافرمانی) کی روش اختیار کی تو اللّٰہ سب اہل عالم سے بے نیاز ہے۔ (آل عمران-97) اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''جس شخص کو کسی بیماری یا واقعی ضرورت یا ظالم حکمران نے روک نہ رکھا ہو اور اس کے باوجود وہ حج نہ کرے، تو چاہے وہ یہودی مرے چاہے نصرانی۔'' حج اسلام کا پانچواں بنیادی رکن ہے۔

سفرِ حج کا ارادہ کرنے کے بعد جوں جوں انسان اپنی منزل کی جانب بڑھتا ہے، اس کے اندر نیکی کا جذبہ پروان چڑھتا جاتا ہے۔ اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس سے کسی کو اذیت نہ پہنچے۔ جس کی جتنی خدمت ہو سکے، کرے۔ وہ حرمِ الٰہی کا مسافر ہونے کی حیثیت سے ہر برے کام سے باز رہتا ہے۔ اس طرح یہ پورا سفر عبادت ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ

اپنے دل میں اس نقشے کا تصور تو کیجیے کہ بے شمار قوموں اور ملکوں کے لوگ ہزاروں راستوں سے ہو کر ایک مرکز کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ شکلیں، رنگ، زبانیں مختلف ہیں، مگر مرکز کے قریب ایک خاص حد تک پہنچتے ہی سب اپنے اپنے قومی لباس ترک کر دیتے ہیں اور ایک ہی طرز کا سادہ سا یونیفارم پہن لیتے ہیں جسے احرام کہا جاتا ہے۔ اس کے پہنتے ہی ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ سلطانِ عالم اور زمین و آسمان کے مالک کی یہ فوج جو دنیا کی ہزاروں قوموں سے بھرتی ہو کر آ رہی ہے، ایک ہی بادشاہ کی فوج ہے۔ اور یہ سب لوگ ایک ہی بادشاہ کے دربار میں پیش ہونے جا رہے ہیں۔ یہ یونیفارم پہنے ہوئے سپاہی جب میقات (احرام باندھنے کی مقررہ جگہ) سے آگے چلتے ہیں تو ان سب کی زبانوں سے ایک ہی نعرہ بلند ہوتا ہے۔

"لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ ط لَا شَرِیْکَ لَکَ ط"

''حاضر ہوں اے اللّٰہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ یقیناً تعریف سب تیرے ہی لیے ہے، نعمت سب تیری ہے، ساری بادشاہی تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

ملّی وحدت

بولیاں سب کی مختلف ہیں مگر نعرہ سب کا ایک ہے۔ مختلف ملکوں کے قافلے ملتے جاتے ہیں اور سب کے سب مل کر ایک ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔ سب کا ایک امام، سب کی ایک ہی حرکت، سب کی عبادت کی ایک ہی زبان، سب ایک اللّٰہ اکبر کے اشارے پر اُٹھتے بیٹھتے اور رکوع و سجود کرتے ہیں اور سب اسی ایک قرآن کو پڑھتے اور سنتے ہیں۔ یوں زبانوں، نسلوں، قومیتوں اور وطنوں کا اختلاف مٹتا ہے اور ایک اللّٰہ کو ماننے والوں کی ایک عالمگیر جماعت تشکیل پاتی ہے۔ پھر جب یہ قافلے یک زبان ہو کر، لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کے نعرے بلند کرتے

ہوئے چلتے ہیں تو ایک عجیب سی فضا پیدا ہو جاتی ہے جس کے نشے میں سرشار ہو کر آدمی اپنی ذات کو بھول جاتا ہے اور اس لبیک کی کیفیت میں جذب ہو کر رہ جاتا ہے۔

مناسکِ حج

سب کا منیٰ میں کیمپ لگانا، پھر سب کا عرفات کی طرف کُوچ کرنا اور وہاں ایک امام سے خطبہ سننا، پھر سب کا رات کو مزدلفہ میں چھاؤنی ڈالنا، پھر سب کا ایک ساتھ منیٰ کی طرف پلٹنا، پھر سب کا جمرات پر کنکریاں مارنا، پھر سب کا قربانیاں کرنا، پھر سب کا ایک ساتھ کعبے کی طرف پلٹ کر "طوافِ زیارۃ" کرنا اور سب کا ایک ہی مرکز کے گرد نماز پڑھنا...... یہ سب اعمال وہ کیفیت پیدا کرتے ہیں جس کی مثال پوری دنیا میں یا کسی مذہب کے کسی عمل میں نہیں ملتی۔

حج ایک عظیم نعمت

تمام قوموں کے عام لوگوں کا صاف دلی کے ساتھ ملنا، قلبی و روحانی اتحاد کے ساتھ ملنا اور صرف ایک دفعہ ہی مل کر نہ رہ جانا، بلکہ ہر سال ایک مرکز پر اسی طرح اکٹھے ہوتے رہنا، وہ نعمت ہے جو اسلام کے سوا اولادِ آدم کو کسی نے عطا نہیں کی۔ دنیا میں امن قائم کرنے، قوموں کی دشمنیوں کو مٹانے اور لڑائی جھگڑوں کی بجائے محبت، دوستی اور برادری کی فضا پیدا کرنے کے لیے حج سے بہتر کوئی نسخہ کسی نے تجویز نہیں کیا۔ اسی لیے سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بے شک حج گناہوں کو اس طرح دھوڈالتا ہے جیسے پانی میل کچیل کو دھوڈالتا ہے۔"

مشق

1- اسلام میں حج کو کیا حیثیت حاصل ہے؟ تفصیل سے بیان کریں۔

2- سفرِ حج کے دوران عالمِ اسلام کے اتحاد کی جو روح نمایاں ہوتی ہے، مثالیں دے کر بیان کریں۔

3- مکہ مکرمہ اور بیت اللہ شریف پہنچنے کے بعد ملّتِ اسلامیہ کی وحدت کے کیا مناظر دکھائی دیتے ہیں؟

4- خالی جگہ پُر کریں:

ا۔ حج کے لغوی معنی ہیں .... کا ارادہ کرنا۔

ب۔ جو بھی استطاعت رکھتا ہو، اللہ کے گھر کا .... کرے۔

ج۔ حج کا احرام باندھنے کی مقررہ جگہ کو .... کہتے ہیں۔

د۔ اے اللہ میں .... ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔

باب 3

اُسوۂ حسنہ (حضرت محمد ﷺ)

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ،اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے، نبی اور رسول ہیں۔آپ ﷺ کی زندگی ایک کامل انسان کی زندگی ہے جو ہمارے لیے زندگی گزارنے کا ایک بہترین نمونہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: 21)

ترجمہ: تمھارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

یعنی دنیا میں اگر تم کامیاب زندگی گزارنا چاہتے ہو، جس سے تمھاری دنیا بھی آباد رہے اور آخرت کی کامیابی کی ضمانت بھی ملے تو اپنے پیارے نبی ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کے اُسوۂ حسنہ کو اپنانے کی کوشش کرو۔

اگلے چند اسباق میں رسالت مآب ﷺ کے اس اسوۂ حسنہ کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

خُلقِ عظیم (رحمت و شفقت)

دعوت دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ بلند اخلاق اور رحیم و شفیق ہو۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو نہایت رحیم و شفیق بنایا اور اس بات کی گواہی دی کہ آپؐ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔اخلاقی لحاظ سے کوئی ایسی خوبی نہ تھی جو رسول اللہ ﷺ میں موجود نہ ہو۔ارشادِ ربانی ہے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء: 107)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمھیں (تمام) جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

عفو و درگزر

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔لیکن آپ ﷺ سے مرعوب ہو کر تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔آپؐ نے وہ تلوار اٹھائی۔اب آپؐ اسے قتل کر سکتے تھے لیکن آپؐ نے اسے معاف فرمایا۔رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کا قاتل "وحشی" مسلمان ہو گیا۔آپؐ نے اسے کوئی سزا نہ دی اور صدقِ دل سے معاف فرما دیا۔رسول اللہ ﷺ کے ذمے ایک شخص کا قرض تھا۔ایک دن آ کر وہ بہت سختی کے ساتھ مطالبہ کرنے لگا اور آپؐ کے گلے میں چادر ڈال کر اتنا زور دیا کہ آپ ﷺ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی۔صحابہؓ آگے بڑھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے انھیں منع کرتے ہوئے فرمایا: "اُسے ایسا کرنے کا حق ہے۔"

لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ کی نرمی اور حسنِ سلوک کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ"
(آل عمران: 159)

ترجمہ: پس اللہ کی رحمت کے سبب سے تم اُن کے لیے نرم دل ہوئے۔ اور اگر تم مزاج کے اکھڑ اور دل کے سخت ہوتے تو یہ لوگ تمھارے پاس سے منتشر ہو گئے ہوتے۔

رسول اللہ ﷺ کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر سب دشمن یہ سمجھ رہے تھے کہ آج اُن کی خیر نہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے یا ابوسفیان کے گھر یا بیت اللہ میں پناہ لے لے، وہ امن میں ہوگا۔ فتح کے بعد آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: ''جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

جانوروں پر شفقت

رسول اللہ ﷺ کی رحمت و شفقت انسانوں تک ہی محدود نہیں تھی۔ بلکہ آپؐ جانوروں کے ساتھ بھی رحمت و شفقت کا معاملہ فرماتے۔ چنانچہ ایک صحابیؓ نے جب کسی پرندے کے بچوں کو اٹھایا اور وہ شور مچانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کس نے اس پرندے کے بچوں کو اٹھا کر بے قرار کیا ہے۔ اس پر اس صحابیؓ نے بچے لا کر اُدھر رکھ دیے جس کے بعد اس پرندے کو قرار آیا۔ ایک دفعہ ایک اونٹ والے کو اس کے اونٹ کے بارے میں نرمی کرنے، کافی خوراک دینے اور طاقت کے مطابق بار لادنے کا حکم دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔''

بچوں سے پیار

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ کا بوسہ لیا۔ ایک بدو اقرع بن حابس آپؐ کے پاس بیٹھا تھا۔ بولا میرے دس بچے ہیں، میں نے کبھی ان میں سے کسی کو پیار نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ ''جو شخص رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔'' اسی طرح فرمایا ''جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔''

مشق

خالی جگہ پُر کریں:۔

ا۔ جو شخص ہمارے............... پر رحم نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں۔

ب۔ جو شخص............... نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

ج۔ تم زمین والوں پر رحم کرو،............... والا تم پر رحم کرے گا۔

د۔ فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے اعلان فرمایا: ''جاؤ تم سب............... ہو''

ہ۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ کے قاتل............... کو بھی معاف فرما دیا۔

NOT FOR SALE – PESRP

صبر و تحمل

صبر کے معنی ہیں اپنے آپ کو قابو میں رکھنا، تکالیف برداشت کرنا، کسی بات پر ثابت قدم رہنا۔ قرآن پاک سے صبر کے جو معنی معلوم ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں: ہر حال میں اپنے آپ کو قابو میں رکھنا، مشکلات کا دلیری اور بہادری سے سامنا کرنا اور اسلام اور ملک کو درپیش خطرات کا جواں مردی سے مقابلہ کرنا۔ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ ایمان اور نیکی پر قائم رہنا اور ان کے پھیلانے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کوشش کرنا۔

صبر سے متعلق قرآنی تعلیمات

قرآن پاک نے صبر کا بیان بہت اچھے انداز میں کیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۙ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ؕ

(البقرۃ: 155,156)

ترجمہ: ''اور ہم ضرور آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک اور مالوں، جانوں اور ثمرات ونتائج کے نقصان سے۔ اور خوشخبری دے دیجیے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ تمام آزمائشوں اور مشکلات میں اپنے آپ کو **اللہ** کے سپرد کر دینا اور اُس سے گلے شکوے نہ کرنا صبر کہلاتا ہے۔

ایک دوسری آیت میں ہے:

الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ (النحل: 42)

یعنی: ''صبر کرنے والے اللہ ہی پر توکل کرتے ہیں۔''

مایوس نہ ہوں

اس میں کوئی شک نہیں کہ **اللہ** تعالیٰ سب کچھ دینے والا ہے۔ مگر اس کے لیے محنت کرنے کی ضرورت ہے اور محنت کے باوجود بھی اگر انسان کسی معاملے میں ناکام ہوتا ہے، تو اس کو **اللہ** کی طرف سے ایک آزمائش سمجھنا اور خوشی سے برداشت کرنا چاہیے۔ بندہ ناامید نہ ہو بلکہ اپنی محنت جاری رکھے اور اس وقتی ناکامی کو اپنے مستقبل کے لیے کامیابی کا زینہ سمجھے۔

اِترائیں نہیں

یہ بھی صبر ہے کہ انسان خوشی اور خوشحالی میں اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ بسا اوقات لوگ خوشی اور خوشحالی میں قابو سے باہر ہو جاتے ہیں اور بجائے اس کے کہ وہ **اللہ** کی نعمتوں کا شکر ادا کریں، الٹا **اللہ** کی نعمتوں کی بے قدری کرتے ہیں اور فخر و غرور کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے ہر حالت میں، خواہ وہ خوشی کی ہو یا پریشانی اور تکلیف کی، صبر کرنے کی تلقین کی ہے۔

تحمل

تحمل کا لفظ اکثر و بیشتر صبر کے ساتھ استعمال ہوتا رہتا ہے۔ اس کے معنی ہیں برداشت کرنا یعنی دشمن کی طرف سے ہر قسم کی تکلیف، گستاخی اور ضرر کو برداشت کرنا، زندگی میں پیش آنے والے ناگوار حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا اور مسلسل آگے بڑھنا۔

رسول اللہ ﷺ کی استقامت

ایمان والوں کی صفت یہ ہے کہ وہ مصیبت اور مشکل میں صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے ذمے ایک اہم کام یہ لگایا کہ وہ اسلام اور قرآن کا پیغام عام کرنے کے لیے بھرپور کوشش کریں۔ آپؐ نے یہ سارا کام 23 سال کے عرصے میں پورا کیا۔ اس کام کی تکمیل میں رسول اللہ ﷺ کو ہر قسم کی تکلیف سے دوچار ہونا پڑا۔ اپنا آبائی شہر مکہ چھوڑنا پڑا۔ شعب ابی طالب کے مقاطعہ و اسیری میں تین سال تک رسول اللہ ﷺ کو، آپؐ کے اہل خاندان کو اور آپؐ کے پیروکاروں کو مختلف قسم کی تکالیف اور فاقہ کشی کا سامنا کرنا پڑا۔ رسول اللہ ﷺ طائف میں دین کی تبلیغ کے لیے گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپؐ پر آوازے کسے، آپؐ پر پتھر برسائے، آپ ﷺ کو زخمی کر دیا یہاں تک کہ آپؐ کے جوتے خون سے بھر گئے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کش بھی کی گئی کہ اگر آپؐ چاہیں تو ان کافروں کو تباہ کر دیا جائے مگر آپؐ نے فرمایا: ''اے میرے رب! ان لوگوں کو ہدایت دے، یہ مجھے جانتے اور پہچانتے نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے دین کی سربلندی اور اشاعت کے لیے بدر و حنین اور اُحد و اَحزاب میں دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ احد میں آپؐ کے دانت مبارک شہید ہو گئے۔ غزوۂ احزاب کے موقعہ پر آپ ﷺ کو بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنے پڑے۔ مگر اس کے باوجود آپؐ نے دین کی سربلندی اور کفر کو مٹانے کے لیے ان تمام تکالیف اور مشکلات کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔

ہمیں چاہیے کہ ہر حالت میں اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے نقشِ قدم پر چلیں اور زندگی کے ہر میدان میں ہر قسم کی تکالیف اور مشکلات کو صبر و تحمل سے برداشت کر کے آگے بڑھیں۔

مشق

مختصر جواب دیں جو ایک جملے سے زیادہ نہ ہو:

(ا) کوئی تکلیف پہنچے تو ایک صابر انسان کو کیا کہنا چاہیے؟

(ب) تحمل کے معنی بیان کریں۔

(ج) ایمان والوں کو مصیبت اور مشکل کے وقت کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

(د) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذمے کیا اہم کام لگایا؟

(ہ) رسول اللہ ﷺ نے اسلام اور قرآن کی دعوت کا کام کتنے عرصے میں مکمل کیا؟

(و) رسول اللہ ﷺ کے دانت مبارک کس غزوے میں شہید ہوئے؟

ایفائے عہد

کسی سے جو وعدہ یا قول قرار کیا جائے اس کو پورا کرنا، وعدے کی پابندی یا ایفائے عہد کہلاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ہے اور سچے لوگوں کی علامت بھی۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے۔

لَا يُخۡلِفُ اللّٰهُ الۡمِيۡعَادَ (الزمر:20)

یعنی ''اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔''

وَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ (الحج: 47)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔''

وعدہ کی پابندی جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اسی طرح اس نے اپنے بندوں کو بھی وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:۔

''وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡئُوۡلًا'' (بنی اسرائیل:34)

''وعدہ پورا کیا کرو۔ (قیامت کے دن) وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

وعدہ پورا کرنا

اللہ تعالیٰ نے اپنے راست باز اور اچھے بندوں کی صفت یہ بتائی ہے کہ وہ اپنے وعدے پورے کرتے ہیں۔

وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا (البقرۃ: 177)

''اور جب وعدہ کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں۔''

کامل ایمان رکھنے والے مسلمانوں کی صفت بھی ایفائے عہد ہی قرار دی گئی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ (المومنون:8)

''اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کی نگہبانی کرتے ہیں۔''

قسم اور قول کی پابندی

عہد اس معاہدے کو بھی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں کھا کر بندے آپس میں کرتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدۡتُّمۡ وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَيۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِيۡدِهَا (النحل:91)

ترجمہ: ''اور اللہ کا نام لے کر جب تم آپس میں ایک دوسرے سے قول قرار کرو تو اسے پورا کرو اور قسموں کو پکا کر کے توڑا نہ کرو۔''

قرآن پاک میں عہد کی پابندی کے ساتھ ساتھ عقد کی پابندی کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ (المائدۃ:1)

''اے مومنو! اپنے قراروں کو پورا کرو۔''

عقد کے لفظی معنی گرہ لگانے کے ہیں۔اس سے مراد لین دین اور معاملات میں اپنے تحریری اور زبانی وعدوں کا خیال رکھنا ہے۔

حُسنِ عہد

ایک بڑھیا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔آپؐ نے پوری تفصیل سے اس کا حال پوچھا۔جب وہ چلی گئی تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آپ نے اس بڑھیا کی طرف اس قدر توجہ کیوں فرمائی؟ آپؐ نے فرمایا یہ خدیجہؓ کے زمانے میں ہمارے ہاں آیا کرتی تھی اور حسنِ عہد ایمان سے ہے یعنی اپنے ملنے جلنے والوں سے یکساں سلوک کرنا ایمان کی نشانی ہے۔

ایفائے عہد دین داری کی علامت

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں:

"لَادِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَلَہٗ" ترجمہ: ''جو اپنے وعدے اور قول وقرار کا خیال نہیں رکھتا اس میں دین نہیں ہے۔'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وعدے کی پابندی دین داری کی علامت ہے اور وعدے کی خلاف ورزی کرنا دین میں کمزوری کی علامت ہے۔عہد یا عقد وہ قول وقرار ہے جو بندہ اللہ سے کرتا ہے یا بندہ بندے سے کرتا ہے۔اس کو پورا کرنا اللہ اور بندوں کا حق ادا کرنا ہے۔حقوق کی اس ادائیگی کا نام دین ہے۔اور جو شخص اپنے خالق و مالک سے کیے ہوئے اپنے وعدے کو پورا نہیں کرتا وہ دین کی روح سے محروم رہتا ہے۔

ہمیں بھی اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے نقشِ قدم پر چل کر اپنے تمام وعدوں اور قول قرار کی پابندی کرنی چاہیے تاکہ ہم بھی اپنے پیارے نبی ﷺ کی طرح صادق اور امین کہلا سکیں۔

مشق

1- ایفائے عہد سے کیا مراد ہے؟
2- ''لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ الْمِیْعَادَ'' کا ترجمہ لکھیں
3- ''وَاَوْفُوْابِالْعَھْدِ ج اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا'' کا ترجمہ بیان کریں۔
4- عقد کے لفظی معنی کیا ہیں؟

NOT FOR SALE – PESRP

استقامت

استقامت کے لفظی معنی ہیں سیدھا رہنا یا سیدھے چلتے رہنا۔ قرآن وسنّت کے لحاظ سے اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس بات کو حق مان لیا ہے اُس پر قائم رہیں، مشکلات پیش آئیں، مخالفتوں کا سامنا ہو، تکلیفیں دی جائیں، سب کچھ صبر سے برداشت کریں، لیکن حق سے منہ نہ موڑیں اور ثابت قدمی سے دین پر قائم رہیں۔

استقامت کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ ایک طرف ہماری آزمائش ہو جائے کہ ہم اپنے ایمان کے دعویٰ میں کتنے سچے ہیں۔ دوسرے اس کے ذریعے استقامت دکھانے والوں کے درجات بلند ہوں۔ تیسرے اسی کے ذریعے سے دین پھیل سکتا ہے۔

اجرِ عظیم

صبر و استقامت کے اجرِ عظیم کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر ڈٹ گئے تو اُن پر فرشتے (یہ خوشخبری لے کر) نازل ہوتے ہیں کہ نہ تم خوف کھاؤ اور نہ غم کرو اور اس جنت کی نوید پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ ہے۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمھارے حامی و مددگار اور دوست ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور اس (جنت) میں تمھارے لیے وہ (سب کچھ) ہوگا۔ جو تمھارا جی چاہے گا۔ اور وہ سب کچھ ہوگا جو تم طلب کرو گے۔ بطور میزبانی کے بہت بخشنے والے نہایت مہربان کی طرف سے۔''

(حٰم السجدہ: 30 تا 32)

رسول اللہ ﷺ کی استقامت

اسلام کی ان تعلیمات پر رسول اللہ ﷺ نے جس طرح عمل کیا وہ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ یہاں چند واقعات دیے جاتے ہیں:

مکہ میں رسول اللہ ﷺ کو جس جس طرح ستایا گیا آپ جانتے ہی ہیں۔ دھمکیاں، توہین و تمسخر، تکلیفیں، لالچ، قید و بند، غرض کوئی ظلم نہ چھوڑا۔ آپؐ کے چچا پر زبردست دباؤ ڈالا گیا۔ چچا نے آکر سمجھانے کی کوشش کی تو جواب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی، اس کی عظمت قیامت تک قائم رہے گی۔ فرمایا: ''اگر یہ کافر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں، تب بھی میں اس دین حق کی تبلیغ و دعوت سے باز نہیں آؤں گا۔'' غزوہ بدر میں معمولی سی نفری کے ساتھ ایک عظیم الشان مسلح فوج کا مقابلہ کیا۔ غزوۂ احد میں انتہائی مشکل حالات میں زخموں کے باوجود ثابت قدمی دکھائی۔ غزوۂ احزاب میں لوگوں کا کلیجہ منہ کو آ گیا لیکن آپ ﷺ کے پائے مبارک میں کوئی لغزش نہ آئی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر استقامت اور دوراندیشی کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ غزوۂ تبوک کے حوصلہ شکن اور صبر آزما حالات میں بھی استقامت دکھائی۔ منافقوں کی سازشیں، تہمتوں کے تیر اور الزام تراشیوں کے ہتھکنڈے، کوئی چیز بھی رسول اللہ ﷺ کو ذرہ بھر اپنے موقف سے نہ ہٹا سکی۔ رسول اللہ ﷺ ایک پہاڑ کی طرح مخالفتوں اور آزمائشوں کے طوفان کے مقابلے میں اپنی جگہ پر قائم رہے۔

صحابہ کرامؓ کی استقامت

صحابہ کرامؓ نے استقامت کے جو کارنامے سرانجام دیے وہ بھی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ حضرت خبابؓ بن اَرَت کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے اپنی مصیبتوں کا حال بیان کر کے دعا کی درخواست کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایسا بھی ہوا کہ ایک آدمی کو زمین میں گاڑھ دیا گیا۔ اسے آرے سے چیر کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا مگر وہ ثابت قدم رہا۔ اور لوہے کی کنگھیوں سے کسی کا گوشت اچیل اچیل کر الگ کر دیا گیا لیکن پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ ہٹا۔ اور پھر انہی حضرت خبابؓ کے ساتھ یہ ہوا کہ اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے گئے حتیٰ کہ ایک دن زمین پر کوئلے دہکا کر انھیں ان پر چت لٹا دیا گیا۔ ایک شخص ان کی چھاتی پر پاؤں رکھے کھڑا رہا کہ کروٹ نہ بدل سکیں۔ یہاں تک کہ کوئلے آپ کے جسم کی چربی پگھلنے سے خود ہی ٹھنڈے پڑ گئے۔ اور یہ نشان، عزیمت واستقامت کے تمغے کے طور پر، ساری عمر کے لیے آپ کے جسم پر ثبت ہو کر رہ گیا۔ ایک صحابی حضرت خبیبؓ کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ نیزوں کے کچوکے اور تلواروں کے گھاؤ لگا لگا کر اذیتیں دی گئیں۔ کسی ستم ظریف نے پوچھا کیا خیال ہے خبیبؓ! اب تو چاہتے ہو گے کاش میری جگہ محمد ﷺ ہوتا اور میں اس عذاب سے بچ جاتا۔ حضرت خبیبؓ نے جواب میں کہا کہ مجھے سو دفعہ اس طرح اذیتیں دے دے کر مارا اور زندہ کیا جاتا رہے، مجھے منظور ہے لیکن یہ گوارا نہیں کہ میرے پیارے رسول اللہ ﷺ کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔ اس شہیدِ راہِ وفا نے مرنے سے پہلے جو اشعار کہے، اُن میں سے ایک یہ ہے:

> ''جب میں ایمان کی حالت میں اپنی جان دے رہا ہوں تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں اللہ کی راہ میں زخم کھا کر گرتا ہوں تو میری دائیں کروٹ پہلے زمین پر لگتی ہے یا بائیں کروٹ۔''

سچے اور مخلص مسلمانوں کی استقامت اور ثابت قدمی کی یہی کیفیت ہونی چاہیے۔ تاریخ اسلام کا دامن ایسی بے شمار مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ آیئے ہم عہد کریں کہ اللہ کی توحید، سرورِ عالم ﷺ کی رسالت، قرآن کے اللہ کی کتاب ہونے اور روزِ آخرت کے برحق ہونے پر قائم رہیں گے۔ اس کے تمام تقاضے پورے کریں گے۔ نماز پابندی سے ادا کریں گے۔ اسلامی تعلیمات لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اور اس راہ میں جن تکالیف کا سامنا ہو صبر واستقامت سے جھیلیں گے۔

مشق

1- استقامت کا مفہوم تفصیل سے بیان کریں۔
2- قرآن کریم نے کن باتوں پر استقامت کا حکم دیا ہے؟
3- استقامت کا حکم کیوں دیا گیا؟ فوائد بیان کریں۔
4- استقامت کے اجرِ عظیم پر روشنی ڈالیں۔
5- رسول اللہ ﷺ کی استقامت کی مثالیں بیان کریں۔
6- صحابہ کرامؓ کی استقامت کی مثالیں بیان کریں۔

NOT FOR SALE - PESRP

7- خالی جگہ پُر کریں:

(ا) استقامت کے لفظی معنی ہیں............ چلتے رہنا۔

(ب) ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمھارے حامی و مددگار اور دوست ہیں اور............ میں بھی۔

(ج) جنت میں تمھارے لیے وہ سب کچھ ہوگا، جو تمھارا جی............ گا۔

(د) حضرت............ کو جلتے کوئلوں پر لٹا دیا گیا اور اس وقت تک اُٹھنے نہ دیا گیا جب تک کوئلے ٹھنڈے نہ ہو گئے۔

حُسنِ معاشرت

انسان جس معاشرے میں رہتا ہے وہاں کے لوگوں سے اُس کا تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ اس تعلق کو اچھے طریقے سے انجام دینا حُسنِ معاشرت ہے۔ اس تعلق میں نہ صرف والدین، رشتہ دار اور دوست شامل ہیں بلکہ اس میں محلّہ، وطن، قوم کے لوگ، حتیٰ کہ حیوانات و نباتات بھی شامل ہیں۔ چنانچہ حُسنِ معاشرت یہ ہے کہ اپنے پورے ماحول اور اس کے تمام افراد کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کیے جائیں۔ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ بڑوں کا ادب کیا جائے اور چھوٹوں پر شفقت کی جائے۔ ہر انسان کا احترام کیا جائے۔ ہر شخص کو اس کا حق دیا جائے اور ہر ایک کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے۔

حُسنِ معاشرت کی تاکید

حُسنِ معاشرت پر اللہ کے نبی ﷺ نے بہت زور دیا ہے۔ آپؐ نے شرافت اور عظمت کی بنیاد اچھے اخلاق اور نیک کردار کو قرار دیا ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے حُسنِ خلق کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپؐ نے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔

خُذِالْعَفْوَوَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف:199)

ترجمہ: ''معاف کر دینے کی روش اختیار کرو، اور نیکی کا حکم دو، اور جاہلوں (کی باتوں) کی طرف دھیان نہ دو۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے: جو مجھ سے تعلق توڑنا چاہے اس کے ساتھ تعلق جوڑوں، جو مجھے محروم کرے اس کو عطا کروں اور جو مجھ پر زیادتی کرے، اسے معاف کردوں .... الخ۔ آپؐ نے سلام کو عام کرنے کی بھی تاکید فرمائی۔

حُسنِ معاشرت کے مختلف پہلو

حسنِ معاشرت کے سلسلے میں اسلام نے ہدایت فرمائی ہے کہ والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کیا جائے۔ دوستوں کے ساتھ محبت اور مروّت سے پیش آیا جائے۔ چھوٹوں پر شفقت کی جائے۔ قانون کا احترام کیا جائے۔ پڑوسی کا خیال رکھا جائے۔ مہمان نوازی کی جائے۔ مجلس کے آداب کا خیال رکھا جائے۔ خواتین کا احترام کریں۔ انھیں مدد کی ضرورت ہو تو اس سے گریز نہ کریں۔ اللہ کی مخلوق کو اذیت نہ دی جائے۔ اپنی زبان اور ہاتھ کے شر سے دوسروں کو محفوظ رکھا جائے۔ باحیا اور باوقار زندگی گزاری جائے۔

اسلام نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ اپنے تمام مسلمان بھائیوں کی امداد، خیر خواہی اور غم گساری کریں۔ تہواروں اور تقریبات، شادی بیاہ، وفات اور جنازے وغیرہ کے موقع پر دوسروں کے آرام کا خیال رکھیں۔ اور متعلقہ لوگوں کے ساتھ تعاون کریں۔ کسی کا مذاق نہ اُڑائیں، چڑانے کے لیے نام نہ بگاڑیں۔ الزام تراشی اور طنز سے گریز کریں۔ کسی کی چیز کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اسلام نے ہمیں یہ بھی سکھایا کہ چھینک یا جمائی آئے تو بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھ لیں۔ کوئی شخص آپ کے ساتھ بھلائی کرے یا کچھ دے تو اس کا شکریہ لازماً ادا کریں۔ کسی کی چیز اس کی اجازت کے بغیر نہ لیں۔

حسنِ معاشرت کے سلسلے میں مندرجہ ذیل امور کا بھی خیال رکھا جائے کیونکہ یہ ہماری آج کے دور کی معاشرتی ضروریات میں بہت

اہمیت کے حامل ہیں۔

ماحول کی آلودگی سے گریز

ماحول کو آلودگی سے بچایا جائے۔ گھر اور کمرے کو صاف رکھا جائے۔ گندی اور ناکارہ چیزیں باہر نہ پھینکی جائیں۔ اونچی آواز میں ریڈیو یا ٹی وی چلا کر اردگرد کے لوگوں کے آرام میں مخل نہ ہوں۔ گلیوں میں اور سڑکوں پر کھیل سے اجتناب کریں۔ اس سے راہ گیروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ گھروں کو نقصان پہنچتا ہے اور بعض اوقات کسی کو چوٹ بھی لگ سکتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے اردگرد کے ماحول کو خوبصورت بنائیں۔ درخت اور پودے لگائیں۔ جو پودے لگے ہوئے ہیں ان کی حفاظت اور آبیاری کا خیال رکھیں۔ غیر ملکیوں کا احترام کریں۔ ان کو کسی مدد یا رہنمائی کی ضرورت ہو تو فراہم کریں۔ بسوں، ویگنوں میں سفر کے وقت معذوروں، بیماروں، بزرگوں اور عورتوں کو بیٹھنے کی جگہ دیں۔ اگر آپ سڑک پر پیدل یا سوار ہو کر جا رہے ہوں تو ٹریفک کے قوانین اور اشاروں کا خیال رکھیں۔

اسوۂ رسولِ مقبول ﷺ

مکہ والوں نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو کتنا تنگ کیا۔ کتنی اذیتیں دیں۔ آپ ﷺ کو شہر بدر کیا مگر جب مکہ میں قحط پڑا اور ان کا نمائندہ مدینہ آیا اور رسول اللہ ﷺ سے امداد کی درخواست کی تو آپؐ نے اشرفیاں دیں، ان کے لیے غلے کا انتظام کیا اور قحط سے نجات کی دعا فرمائی۔ حضرت انسؓ دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے لیکن آپؐ نے ایک دفعہ بھی ان سے کوئی تلخ بات نہ کی۔

اس سبق میں ہمارے لیے پیغام یہ ہے کہ ہم اپنے گھر، پڑوس، مسجد، محلے، سکول اور ماحول کو صاف ستھرا رکھیں اور اپنے تعلق داروں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔ ان کی خدمت کریں۔ معاشرے کے مفید، ہمدرد، قانون کا احترام کرنے والے، وقت کے پابند اور بزرگوں کا احترام کرنے والے شہری بن جائیں۔

مشق

1- حسنِ معاشرت سے کیا مراد ہے؟ تفصیل سے بیان کریں۔

2- حسنِ معاشرت کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات بیان کریں۔

3- آج کے دور کے معاشرتی مسائل پر اسلامی تعلیمات سے ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے؟

4- خالی جگہ پُر کریں:

(ا) معاف کر دینے کی روش..............کرو۔

(ب) جاہلوں کی باتوں کی طرف..............نہ دو۔

(ج) جو تمھارے ساتھ زیادتی کرے اُسے..............کر دو۔

(د) اگر کوئی آپ کو سلام کرے تو اس کا بہتر..............دو۔

NOT FOR SALE - PESRP

(ہ) چھوٹوں پر..........کرو۔

(و) خواتین کا..........کرو۔

(ز) اللہ کی مخلوق کو..........نہ دو۔

(ح) اپنی زبان اور ہاتھ سے دوسروں کو..........رکھیں۔

(ط) کسی کا..........نہ بگاڑیں۔

(ی) چھینک یا جمائی آئے تو..........ہاتھ منہ پر رکھیں۔

(ک) کوئی شخص بھلائی کرے تو..........ضرور ادا کریں۔

(ل) ماحول کو..........سے بچائیں۔

اِخلاص و تقویٰ

اخلاص کا مفہوم

اِخلاص کے لیے ہم خلوص نیت کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں لیکن اس کے لفظی معنی ہیں خالص کرنا۔ خالص کا لفظ کسی ایسی چیز کے متعلق بولا جاتا ہے جو ملاوٹ سے پاک ہو۔ انسانی تعلقات میں اخلاص ایسی صفت کا نام ہے جس کے تحت اِنسان کوئی کام خالصتاً کسی ایک فرد یا کسی ایک مقصد کے لیے سرانجام دیتا ہے اور اس سے کوئی نمائش، کوئی ذاتی غرض یا کوئی ذاتی مفاد مقصود نہیں ہوتا۔ اسی طرح ''دین میں اخلاص'' کا بھی یہی مطلب ہے کہ ایک آدمی جو کام کرے، وہ خالصتاً اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے کرے۔ اس سے کوئی ذاتی مفاد یا غرض وابستہ نہ ہو۔ جو آدمی اخلاص سے کام کرے اُسے مخلص کہتے ہیں۔

تقویٰ کا مفہوم

تقویٰ کے لفظی معنی ہیں ڈرنا، بچنا یا پرہیز گاری۔ شریعت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے دل میں اس بات کا احساس اور خوف پیدا ہو جائے کہ اللہ میری ہر بات کو دیکھ رہا ہے، جس کے مطابق حساب کتاب کے بعد مجھے انعام یا سزا دی جائے گی۔ اس خوف اور احساس کے تحت وہ نیکی و پرہیز گاری کی روش اختیار کرے اور اپنے آپ کو آخرت کے برے انجام سے بچالے جائے۔

اخلاص و تقویٰ کا مفہوم

جب اخلاص اور تقویٰ کو ملا کر بولا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ انسان نیکی اور پرہیز گاری بے لوث ہو کر اور اس غرض سے اختیار کرے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے، وہ برے انجام سے بچ جائے، اور یہ نیکی وہ کسی مفاد یا دکھاوے یا نیک نامی کے لیے نہ کر رہا ہو۔ مختصراً اسے ہم نیک نیتی بھی کہہ سکتے ہیں۔

تقویٰ کی حقیقت

تقویٰ ایک دلی کیفیت ہے، ایک رویہ ہے اور ایک طرزِ حیات ہے۔ جب انسان میں یہ کیفیت یا رویہ پیدا ہو جائے تو وہ کسی کام میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا ''تقویٰ یہاں ہوتا ہے!'' ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت اُبیؓ بن کعب (کعب الاحبار) سے تقویٰ کی حقیقت دریافت کی۔ حضرت کعب الاحبارؓ نے کہا امیر المومنین! کبھی آپ کا کسی ایسے راستے سے بھی گزر ہوا جس میں ہر طرف خاردار جھاڑیاں ہوں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں، جب میں اپنے باپ کے اونٹ چرایا کرتا تھا تو اکثر ایسے راستوں سے گزرا کرتا تھا۔ حضرت کعبؓ نے کہا آپ وہ راستہ کس طرح طے کرتے تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اپنے کپڑے سمیٹ لیتا تھا۔ ایک طرف اپنا دامن کانٹوں سے بچانے کی کوشش کرتا اور دوسری طرف کانٹوں کو اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا۔ اور بہت احتیاط سے، پھونک پھونک کر، قدم رکھتا۔ حضرت کعب الاحبارؓ نے کہا ''یہی تقویٰ ہے۔'' قرآن کریم نے انسان کے تمام اعمال و عبادات کا مقصد اسی تقویٰ کو قرار دیا کیونکہ جب انسان کے اندر تقویٰ کی صفت پیدا ہو جائے تو اس کے لیے برائی سے بچنا اور بھلائی اختیار کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

NOT FOR SALE – PESRP

تقویٰ معیارِ فضیلت

اسلام نے انسانی فضیلت کا معیار تقویٰ کو قرار دیا (اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ) (الحجرات: 13) اور فرمایا تقویٰ کو اپنی پوری ہمت و استطاعت سے اختیار کرو۔ (فَاتَّقُوااللّٰهَ مَااسْتَطَعْتُمْ) اور پھر یہاں تک فرما دیا کہ زندگی کے آخری سانس تک تقویٰ کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ اور تقویٰ کو اس طرح اختیار کرو جس طرح اس کے اختیار کرنے کا حق ہے۔

(يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوااتَّقُوااللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّاوَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ) (آل عمران: 102)

اس سے تقویٰ کی اہمیت بخوبی ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

اخلاص و تقویٰ

اخلاص و تقویٰ کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے یعنی اعمال کی جزا و سزا اور ان کی قدر و قیمت کا تعین ان کی ظاہری صورت پر نہیں ہوگا بلکہ اس نیت کی بنا پر کیا جائے گا جس کے تحت یہ کام کیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا اللہ تعالیٰ تمھارے جسموں، تمھاری شکلوں اور تمھارے اعمال (کی ظاہری صورت) کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں کو دیکھے گا۔ (کہ یہ عمل تم نے کس نیت سے کیا تھا)۔ یہ بھی فرمایا کہ جس نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی، روزہ رکھا یا خیرات کی اس نے شرک کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے شرک خفی کو دجال کے فتنے سے بھی زیادہ خوفناک قرار دیا۔ مثلاً ایک شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اسے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کی نظر اس پر پڑی ہے تو وہ نماز کو لمبا کر دیتا ہے۔

بلندیٔ اخلاق

اخلاص و تقویٰ اخلاقی بلندی کا آخری زینہ ہے۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم کسی کے ساتھ اچھا سلوک کریں یا کوئی نیک کام کریں تو وہ صرف اس نیت سے کیا جائے کہ ہمارا خالق اور پروردگار ہم سے راضی ہو۔ وہ ہم پر رحمت فرمائے اور اپنی ناراضگی اور غضب سے ہمیں محفوظ رکھے۔

مشق

1- اخلاص کے لفظی معنی، انسانی تعلقات اور دین کے لحاظ سے اس کا مطلب بیان کریں۔

2- لفظ تقویٰ کے لفظی معنی اور شرعی مفہوم بیان کریں۔

3- اخلاص و تقویٰ سے کیا مراد ہے؟

4- کعب الاحبارؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے تقویٰ کی وضاحت کس طرح کی؟

5- تقویٰ کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات بیان کریں۔

6- اخلاص کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے ارشادات بیان کر کے ان کا مطلب واضح کریں۔

7- ریاکاری اور شرک خفی کا مطلب ارشاداتِ رسول ﷺ کی روشنی میں واضح کریں۔

8- خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) اللہ تعالیٰ دلوں کی باتیں اچھی طرح .... ہے۔

(ب) رسول اللہ ﷺ نے .... خفی کو دجال سے بھی زیادہ خوفناک قرار دیا ہے۔

(ج) جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی، اُس نے .... کیا۔

(د) اللہ تعالیٰ تمھارے جسموں اور تمھاری شکلوں اور تمھارے اعمال (کی ظاہری حالت) کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمھارے .... یعنی تمھاری نیتوں کو دیکھے گا۔

(ہ) اعمال کا دارومدار .... پر ہے۔

(و) اللہ تعالیٰ نے انسانی فضیلت کا معیار .... کو قرار دیا۔

(ز) زندگی کے آخری سانس تک .... کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

عدل واحسان

عدل کا مفہوم

عربی زبان میں عدل اسے کہتے ہیں کہ کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں اس طرح بانٹ دیا جائے کہ ان دونوں میں ذرا بھی کمی بیشی نہ ہو۔ عدل سے مراد یہ ہے کہ جو شخص کسی کے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ اتنی ہی برائی کی جائے۔اسی طرح ہر کام مناسب وقت پر کرنا بھی عدل کی ایک صورت ہے اور ہر چیز کو موزوں مقام پر رکھنا بھی عدل کہلاتا ہے۔عدل کی ضد ظلم ہے جس کے معنی ہیں کسی شخص کی حق تلفی کرنا یا اس کے ساتھ زیادتی کرنا، اس کی برائی کے مقابلے میں زیادہ برائی کرنا یا کسی کام کو غیر مناسب وقت پر کرنا یا کسی چیز کو غیر موزوں مقام پر رکھنا۔

احسان کا مفہوم

احسان یہ ہے کہ کسی کے ساتھ برائی کے بدلے برائی نہ کی جائے بلکہ اس کی برائی معاف کر دی جائے اور اس سے درگزر کیا جائے۔ احسان یہ بھی ہے کہ نیکی میں پہل کی جائے۔نیکی کے بدلے میں زیادہ نیکی اور برائی کے بدلے میں بھی بھلائی کی جائے۔احسان یہ بھی ہے کہ کسی کام کو خوبصورت اور بہتر طریقے سے کیا جائے۔ہر کام میں حسن اور خوبصورتی پیدا کرنا احسان ہے۔ارشاد ربانی ہے:

اِعْدِلُوْا ۔ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدہ:8)

ترجمہ: ''عدل کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے''

اور ارشاد ربانی ہے:

وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (البقرۃ:195)

ترجمہ: ''(لوگوں کے ساتھ) احسان کرو اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

ایک اور آیت میں ہے:

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (القصص:77)

''احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ احسان کیا ہے اس لیے اس کو بھی اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان کرنا چاہیے۔

عدل واحسان

عدل واحسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى (النحل:90)

''بے شک اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔''

عدل یہ ہے کہ حقدار کو اس کا حق دیا جائے، نیکی کے کام کرنے والے کو اس کی نیکی کے برابر انعام دیا جائے اور بدی کرنے والے کو اس کی بدی کے برابر سزا دی جائے۔

اسوۂ رسول ﷺ

نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی عدل واحسان کا نمونہ تھی۔ آپؐ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ صحابہؓ کو فرمایا "آپس میں ایک دوسرے کی کوتاہیوں کو معاف کر دیا کرو۔" آپؐ نے ہمیشہ اپنے دشمنوں کو معاف کیا اور ان کے لیے بھلائی کی دعا مانگی۔ ہمیں بھی عدل واحسان کو اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ معاشرے کے امن وترقی کا دارومدار عدل واحسان پر ہے۔

عدل واحسان کی مختلف صورتیں

عدل واحسان کی بہتر شکل تو یہ ہے کہ آپ حسن سلوک سے کام لیں۔ کوئی آپ کے ساتھ زیادتی بھی کرے تو اسے معاف کر دیں۔ کوئی آپ کے ساتھ بھلائی کرے تو اس کے ساتھ اس سے بہتر بھلائی کریں۔ اور اگر یہ نہ کر سکیں تو پھر کم از کم انصاف اور عدل سے کسی صورت بھی انحراف نہ کریں۔ اور کسی کے ساتھ زیادتی ہرگز نہ کریں لیکن جہاں معاملہ کسی ایسی زیادتی کا ہو جسے معاف کرنے سے ظالم کی حوصلہ افزائی ہو، وہاں فرد کو احسان کرنے کے بجائے معاملہ عدالت کے سپرد کر دینا چاہیے تاکہ دوسرے لوگ اس زیادتی سے محفوظ رہیں۔ اور برائی کو کھلی چھٹی نہ مل جائے۔ یہی بات ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اصل اور بنیادی اہمیت عدل کو حاصل ہے۔ یہ اللہ کی صفت ہے۔ اسی پر نظام کائنات کی بنیاد ہے اور اسی کے ذریعے انسانی معاشرہ قائم رہ سکتا ہے۔

مشق

1- عربی میں عدل کے کیا معنی ہیں؟ شریعت میں عدل سے کیا مراد ہے؟

2- احسان کا مفہوم بیان کریں۔

3- عدل کے متعلق اسلامی احکام بیان کریں۔

4- احسان کے متعلق اسلامی تعلیمات کی وضاحت کریں۔ اس سلسلے میں کیا احتیاط ضروری ہے؟

5- خالی جگہ پُر کریں:

(ا) عدل سے مراد ہے کہ کسی .... کو دو برابر حصوں میں بانٹ دیا جائے۔

(ب) ہر کام مناسب وقت پر کرنا بھی .... ہی کی ایک صورت ہے۔

(ج) کسی چیز کو .... مقام پر رکھنا بھی عدل ہے۔

(د) کسی شخص کے ساتھ زیادتی کرنا .... کہلاتا ہے۔

(ہ) کسی کام میں .... پیدا کرنا احسان ہے۔

(و) عدل کرو، یہ .... کے زیادہ قریب ہے۔

(ز) اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو .... کرتا ہے۔

(ح) احسان کر، جس طرح .... نے تیرے ساتھ احسان کیا۔

اندازِ تربیت و تبلیغ

تبلیغ کے لفظی معنی ہیں پہنچا دینا اور تبلیغِ اسلام یہ ہے کہ اللہ کا دین لوگوں تک پہنچا دیا جائے۔ ہم اپنی زبان میں قریباً اسی مقصد کے لیے ایک لفظ استعمال کرتے ہیں "نصیحت"، یہ بھی تبلیغ کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ نصیحت کے لفظی معنی ہیں خیر خواہی یعنی دوسروں کی بھلائی چاہنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" یعنی دین نام ہی خیر خواہی کا ہے۔ اس خیر خواہی کا دائرہ ہر شخص تک پھیلا ہوا ہے اور اس کا فیضان پوری انسانیت کو ملنا چاہیے۔ خیر خواہی کی انتہا یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ نے خود تکلیفیں اُٹھا کر اور اذیتیں جھیل کر لوگوں کو جہنم کا ایندھن بننے سے بچانے کی پوری کوشش فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ اللہ نے تمھیں اس میں گر کر ہلاک ہونے سے بچالیا۔

رسولِ کریم ﷺ بحیثیتِ معلّم

رسول اللہ ﷺ نے دین کی تعلیم و تبلیغ بھی فرمائی اور اس کے مطابق امت کی تربیتِ اخلاق بھی فرما دی۔ آپؐ نے جہاں ایک طرف یہ فرمایا کہ میں دین کا معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں (اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً) وہیں یہ بھی فرمایا کہ "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاق" یعنی "میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کو نقطۂ کمال تک پہنچا دوں۔" آیئے دیکھیں رسول اللہ ﷺ نے یہ فریضہ کس خوبصورت انداز میں سرانجام دیا۔

رسول اللہ ﷺ کا حکیمانہ اندازِ تبلیغ

رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔ اردگرد صحابہؓ کی محفل جمی ہے۔ حاضرین کو پوری طرح متوجہ دیکھ کر محسنِ انسانیتؐ ارشاد فرماتے ہیں۔

"لوگو تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر سے ایک نہر گزر رہی ہو، جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہ جائے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا "اس کے جسم پر تو کوئی میل کچیل باقی نہ رہے گا۔" فرمایا "بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔"

کون ہوگا جو اس حکیمانہ اندازِ تربیت و تبلیغ سے متاثر ہوئے بغیر رہا ہو۔

حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سردیوں کے موسم میں ایک دن کہیں باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ موسمِ خزاں کی وجہ سے درختوں کے پتے ٹہنیوں سے خود بخود جھڑ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ لیں اور انھیں ہلایا تو پتے تیزی سے جھڑنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا "ابوذر" میں نے کہا "حاضر ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ" نے فرمایا "جب ایک مسلمان خالص اللہ کی رضا کے لیے نماز ادا کرتا ہے، تو اس کے گناہ یوں جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت سے یہ پتے جھڑ رہے ہیں۔"

کیسا دل نشین اور پُر تاثیر ہے یہ اندازِ تبلیغ و تربیت! جب یہ پتا ہو کہ کہنے والے نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا تو کوئی بدنصیب ہی

NOT FOR SALE - PESRP

ہوگا جو اس تبلیغ کو قبول نہ کرے گا۔ بات صرف اخلاقی وعظ ونصیحت ہی تک محدود نہیں رہی ۔ بلکہ ایک ٹھوس اور چلتی پھرتی حقیقت کی طرح آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ محسنِ انسانیت ﷺ اسی طرح کی مثالیں دے کر دین کی باتیں سمجھایا کرتے تھے۔

بتانا یہ مقصود ہے کہ اسلام ہی سلامتی والا سیدھا راستہ ہے۔ اس مفہوم کو ذہن نشین کرانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی جو ایک خاص منزل کی طرف سیدھی جا رہی ہے اور اپنا راستہ بڑی آسانی اور کامیابی سے طے کر رہی ہے۔ اس سے ہٹ کر رسول اللہ ﷺ نے کچھ آڑی ترچھی لکیریں کھینچیں اور دکھایا کہ ان کے ذریعے انسان کو منزل مقصود حاصل نہیں ہو سکتی۔ سلامتی کا راستہ صرف درمیان والا سیدھا راستہ (صراطِ مستقیم) ہی ہے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے مثالی خاکے کے ذریعے زندگی کی بہت بڑی سچائی واضح فرما دی۔

رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ بلند فرمایا۔ مٹھی بند کی اور ساتھ ساتھ والی دو انگلیاں اٹھائیں۔ ذہن نشین یہ کرانا تھا کہ یتیم کی سرپرستی اور امداد کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ فرمایا "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح قریب قریب ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں ایک دوسری سے قریب ہیں، کون مسلمان ہوگا جو یہ آرزو نہ کرے کہ اسے جنت بھی مل جائے اور جگہ بھی رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں نصیب ہو جائے!

رسول اللہ ﷺ کو کسی بات پر زور دینا ہوتا تو ایک جملے کو بار بار دہراتے تھے۔ بات کی مناسبت سے آواز اور لہجے میں تیزی یا نرمی اختیار فرماتے۔ لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے کبھی کوئی سوال کرتے اور کبھی کسی سوال کو بار بار دہراتے۔ بات لمبی نہ کرتے۔ تھوڑے سے وقت اور مختصر لفظوں میں پورا مفہوم ادا کر دیتے۔ گفتگو میں الفاظ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر ادا کرتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا۔ الفاظ نہ ضرورت سے کم ہوتے نہ زیادہ۔ کسی کا نام لے کر یا اسے براہِ راست مخاطب کر کے تنقید نہ فرماتے۔ کسی شخص کو سمجھانا ہوتا تو بالعموم نام لیے بغیر سب کو مخاطب کر کے وہ بات بیان کر دیتے تاکہ کسی کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔ گفتگو میں عام طور پر ایک مسکراہٹ شامل رہتی۔ کسی بات پر زور دینا ہوتا تو ٹیک چھوڑ کر سیدھے ہو بیٹھتے۔ بات بات سے محبت کا رس اور خلوص و خیر خواہی کا سچا جذبہ ٹپکتا تھا۔ کوئی بات غیر معقول اور دلیل سے خالی نہ ہوتی۔

حکمتِ تبلیغ

رسول پاک ﷺ کے اس انداز سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ایک مبلغ و مربی کے اپنے سیرت و اخلاق میں ایسا حُسن ہو کہ ملنے جلنے والوں کے دل اس کے لیے احترام و محبت کے جذبات سے لبریز ہوں۔ اور وہ اس کی بات پوری توجہ سے سننے کے لیے بے تاب ہوں گفتگو ایسے وقت میں کی جائے جب لوگ اسے سننے کے لیے آمادہ ہوں۔ اگر لوگ متوجہ نہ ہوں تو مناسب وقت کا انتظار کیا جائے اور پھر کوئی دل چسپ اور اہم سوال کر کے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالی جائے تاکہ سب لوگ آپ کی بات سننے کے لیے پوری طرح متوجہ ہو جائیں۔ گفتگو سادہ اور آسان الفاظ میں کی جائے۔ جو مخاطب کی ذہنی سطح کے مطابق ہو اور وہ اُسے آسانی کے ساتھ سمجھ سکے۔ اور پھر اندازِ بیان ایسا دل چسپ و شیریں ہو کہ بات خود بخود لوگوں کے دلوں میں اترتی چلی جائے۔ اپنا مدعا ایسی مثالوں کے ساتھ بیان کیا جائے جن سے بات ذہن نشین ہونے میں بھی مدد ملے اور اس میں تاثیر بھی پیدا ہو جائے۔ جو کچھ کہا جائے وہ بالکل صحیح اور حقیقت کے عین مطابق ہو اور مخاطب محسوس کرے کہ اس پر عمل کرنے میں خود اسی کا فائدہ ہے۔ اور آخری بات یہ کہ کلام میں اختصار ہو۔ بات اتنی لمبی نہ ہو جائے کہ سننے

NOT FOR SALE - PESRP

والے اکتا جائیں اور توجہ قائم نہ رہ سکے۔

یہ ہادیٔ برحق ﷺ کے اندازِ تبلیغ کا کمال ہی تھا جس نے چند سال میں عرب کی پوری سرزمین کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کے نور سے منور کر دیا۔ پیارے رسول ﷺ کا یہ اندازِ تبلیغ و تربیت ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ایک طرف انسانیت کی ہمدردی و غمگساری کے جذبات سے لبریز ہو کر اسے دوزخ کا ایندھن بننے سے بچانے کے لیے ہمارے دل بے تاب ہوں، دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے روشنی حاصل کر کے انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی کے لیے پوری دردمندی اور خلوص کے ساتھ تبلیغ و تربیت میں لگ جائیں۔

مشق

1- دروازے پر نہر کی مثال سے رسول اللہ ﷺ نے پنج وقتہ نماز کی اہمیت کیسے واضح فرمائی؟

2- دروازے اور نہر والی اس مثال میں ہمارے لیے کیا سبق ہیں؟

3- آپؐ نے ایک خزاں رسیدہ درخت کی مثال سے حضرت ابوذر غفاریؓ کو کیا بات ذہن نشین کرائی؟

4- یتیم کی کفالت اور صراطِ مستقیم کی مثالیں بیان کریں۔

5- رسول اللہ ﷺ کے اندازِ تربیت و تبلیغ کے نمایاں خدوخال بیان کریں۔

6- خالی جگہیں پُر کریں:

(ا) تبلیغ کے معنی ہیں .... دینا۔

(ب) دین نام ہی .... کا ہے۔

(ج) میں معلم بنا کر .... گیا ہوں۔

(د) بات اتنی .... نہ ہو جائے کہ سننے والے اکتا جائیں۔

(ہ) میں اور .... کی کفالت کرنے والا جنت میں قریب قریب ہوں گے۔

7- مختصر جواب دیں۔

(ا) نصیحت کا مفہوم بیان کریں۔

(ب) مکارمِ اخلاق کے حوالے سے بتائیے کہ رسول اللہ ﷺ کو کس لیے مبعوث فرمایا گیا ہے؟

(ج) صراطِ مستقیم سمجھانے کے لیے آپؐ نے کیا انداز اختیار فرمایا؟

(د) یتیم کی کفالت کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

(ہ) کسی کا نام لیے بغیر سمجھانے کا مقصد بیان کریں۔

NOT FOR SALE – PESRP

فکرِ آخرت

قرآن کریم میں آخرت کی نعمتیں اور اس کی ہولناکیاں بڑی وضاحت سے بیان کی گئی ہیں۔ سورۃ المزمل میں ہے۔ "ہمارے پاس (ان کے جکڑنے کے لیے) بیڑیاں ہیں اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ اور گلے کو پکڑ لینے والا کھانا ہے۔ اور درد دینے والا عذاب ہے۔ اس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے۔ اور پہاڑ (ریزہ ریزہ ہو کر) ریگ رواں (چلتے ہوئے ریت کے ٹیلے) کی شکل اختیار کر لیں گے...... تو اگر تم نے کفر کی روش اختیار کی تو اپنے آپ کو اُس دِن (کے عذاب اور سختیوں سے) کیسے بچا سکو گے، جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔"

سورۃ القارعہ میں ہے:

"اس روز لوگ یوں ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔ اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے، جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اون۔ پھر جس کے (نیک اعمال) کے وزن بھاری ہوئے، وہ دل پسند عیش میں ہوگا۔ اور جس کے وزن ہلکے ہوں گے، اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے۔ اور تم کیا جانو کہ ہاویہ کیا ہے! (وہ) دہکتی ہوئی آگ ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے بھی قرآن کی ان تعلیمات کی توضیح فرمائی ہے مثلاً حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور قبر کی آزمائش کا ذکر فرمایا۔ سب مسلمان اسے سن کر اس قدر روئے کہ ان کی ہچکی بندھ گئی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے فرمایا "اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچانے کی خاص طور پر کوشش کرو جنھیں حقیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے متعلق بھی باز پُرس ہونے والی ہے۔"

قرآن وحدیث میں آخرت کے حالات بڑی تفصیل سے جگہ جگہ بیان کیے گئے ہیں۔ یہ دراصل ہم پر اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں قبل از وقت آخرت کی جزا و سزا سے آگاہ فرما دیا ہے۔ تاکہ ہم ابھی سے اپنی اصلاح کر لیں اور ایسے کام کریں جو ہمیں اللہ کی ناراضی اور جہنم کے عذاب سے بچا کر رضائے الٰہی اور جنت الفردوس کا حق دار بنا دیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلے انسان سے نماز کے متعلق حساب کتاب لیا جائے گا۔ اس لیے فکرِ آخرت کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہم روزانہ پنج وقتہ نماز میں کوتاہی نہ کریں، اعمال صالحہ کو اپنائیں اور ہر اس کام سے اجتناب کریں جو آخرت میں ہماری بربادی اور رسوائی کا باعث ہو۔

آخرت کی تیاری

آخرت میں ہمیں اپنی پوری زندگی کے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اس لیے ہمیں آج ہی اس کے لیے تیاری کر لینی چاہیے۔ فرمانِ الٰہی ہے "جو اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہونے سے ڈرا، اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔" اور یہ بھی فرمایا کہ اس روز تمام نعمتوں کے متعلق تم سے سوال کیا جائے گا۔ مال کیسے کمایا؟ کہاں خرچ کیا؟ زندگی کیسے گزاری؟ جوانی کس حال میں صرف کی؟ وقت ضائع کیا یا اُسے نیک کاموں میں صرف کیا یا برے کاموں میں لگایا؟ لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ والدین، اساتذہ، رشتہ داروں کی خدمت کی یا نہیں؟ اللہ کے بندوں تک اسلام کا پیغام پہنچایا یا نہیں؟ غرض انسان سے ایک ایک بات کا حساب لیا جائے گا۔ اگر کوئی انکار کرے گا تو یہ زمین اور انسان کا اپنا وجود اس کے خلاف گواہی دے گا۔ کراماً کاتبین جو انسان کی زندگی کی ایک ایک بات کا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں یہ سب کچھ انسان کے سامنے لایا جائے گا اور انسان اپنے کسی گناہ اور ظلم کو چھپا نہ سکے گا۔ جو کچھ ہم بولتے یا کرتے ہیں وہ یونہی فضا میں تحلیل ہو کر نہیں رہ جاتا بلکہ اس کے نقوش ہمارے

گرد و پیش ذرے ذرے پر ثبت ہو رہے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی ہماری پوری زندگی کی فلم کسی کمپیوٹر کیمرے کے ذریعے محفوظ کر رہے ہوں۔ بہر حال ہم یہاں جو کچھ کر رہے ہیں آخرت میں اس کا بدلہ ملے گا۔ وہاں نہ بدلے میں کوئی چیز دے کر جان چھڑائی جا سکے گی۔ نہ کوئی حامی و مددگار رہو گا۔ بلکہ اس دن تو سب کو اپنی اپنی فکر ہو گی۔ فکرِ آخرت کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوااتَّقُوااللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَّاتَّقُوااللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَاتَعْمَلُوْنَ ٥
(الحشر:18)

"اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھ لے ہر ایک جی کیا بھیجا ہے کل کے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ بیشک اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔"

اور سورۃ کہف کے آخری رکوع میں فرمایا "جو اپنے رب سے ملاقات کا امیدوار ہے، اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔"

مشق

1- سورۃ المزمل اور القارعہ سے اس سبق میں جو باتیں نقل کی گئی ہیں، انھیں اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

2- فکرِ آخرت کے سلسلے میں ہمیں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

3- خالی جگہ پُر کریں:

(ا) اس دن کیسے بچو گے جو بچوں کو............ کر دے گا؟

(ب) اس روز لوگ یوں ہوں گے جیسے............ ہوئے پتنگے۔

(ج) اس دن پہاڑ ایسے ہو جائیں گے، جیسے............ ہوئی رنگ برنگ کی اُون۔

(د) جس کے نیک اعمال کے وزن بھاری ہوئے وہ............ عیش میں ہو گا۔

(ہ) قیامت کے دن سب سے پہلے............ کا حساب لیا جائے گا۔

باب 4

اخلاق وآداب

خشیتِ الٰہی

خشیتِ الٰہی سے مراد ہے اللہ کا ڈر۔ یہ انسان کی زندگی کے سنوارنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور آخرت کی کامیابی کا دارومدار بھی اسی پر ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کچھ قریشی سرداروں کو دین کی دعوت دے رہے تھے۔ اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم آ گئے۔ آپ کو ان کا آنا کسی وجہ سے ناگوار لگا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ عبس میں فرمایا کہ کسی شخص کا مرتبہ اس کی دنیاوی سرداری یا مال ودولت پر نہیں بلکہ خوف وخشیتِ الٰہی پر ہے۔ جو لوگ خشیتِ الٰہی کے تحت آپ ﷺ کے پاس دین سیکھنے کے لیے آئیں، آپ ﷺ کی توجہ کا اصل مرکز یہی لوگ ہونے چاہییں۔

خشیتِ الٰہی نیکی کا سرچشمہ ہے۔ بُرائی سے اس لیے بچنا کہ اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے، خشیتِ الٰہی ہے۔ اور اللہ کی رضا کے لیے نیکی کرنا اس کا دوسرا رُخ ہے۔ خشیتِ الٰہی درحقیقت ایک ایسے خوف کا نام ہے، جس میں محبت، رعب اور احترام ملے جلے ہوتے ہیں۔ ہم اپنے والد اور استاد سے ڈرتے ہیں لیکن اس ڈر میں محبت اور احترام بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند اسلامی تعلیمات درج کی جاتی ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے "بے شک اللہ کے بندوں میں سے وہی اس سے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں"۔ اس سے ظاہر ہوا کہ خشیتِ الٰہی علم سے پیدا ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم وہ سب جان لو، جو مجھے معلوم ہے تو تمہارا ہنسنا بہت کم ہو جائے اور رونا بہت زیادہ ہو جائے۔"

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اللہ کے نیک اور خداترس بندے وہ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں اور صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔ اس کے باوجود اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ عبادتیں ردّ نہ ہو جائیں۔ یہی لوگ تیزی سے نیکی کی طرف بڑھنے والے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس بندۂ مومن کی آنکھوں سے خشیتِ الٰہی کے تحت مکھی کے سر جتنا آنسو بھی اس کے رخساروں پر بہہ نکلے تو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ کو اس پر حرام کر دے گا۔"

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب خشیتِ الٰہی سے کسی بندے کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس وقت اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے کسی (خزاں رسیدہ) بوڑھے درخت سے اس کے پتے جھڑتے ہیں۔

ان تمام باتوں سے جو چیز ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خشیتِ الٰہی انسان کو اللہ سے بہت قریب کر دیتی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے

انسان برائیوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے خشیت الٰہی کو دانائی کی اصل بنیاد قرار دیا ہے اور اللہ نے اسے انسانی فضیلت کا ذریعہ بتایا ہے۔

مشق

-1 خشیت الٰہی کے متعلق اسلامی تعلیمات بیان کریں۔

-2 خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) خشیتِ الٰہی سے مُراد.................. ہے

(ب) آخرت کا ڈر انسان کی زندگی کو سنوارنے اور آخرت کی.................. کا بڑا ذریعہ ہے۔

(ج) خشیتِ الٰہی.................. کا سرچشمہ ہے۔

(د) وہی مومن اللہ سے ڈرتے ہیں جو.................. والے ہیں۔

(ہ) جس مومن کی آنکھ سے.................. جتنا آنسو بھی بہہ نکلے اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔

(و) آپؐ نے خشیتِ الٰہی کو.................. کی بنیاد قرار دیا ہے۔

اَمر بالمعروف ونَہی عَنِ المنکر

امر کے لفظی معنی ہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دینا اور نہی کے معنی ہیں کسی بات سے روکنا۔ معروف کے معنی ہیں جانا پہچانا جسے آپ جانتے ہوں جو آپ کی فطرت سے موافقت رکھتا ہو، جس سے کوئی اجنبیت محسوس نہ ہو۔ شرعی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے نیک کام، جنہیں انسان کی اپنی فطرت اور پورا انسانی معاشرہ اچھے کاموں کی حیثیت سے پہچانتا ہو۔ اس کے برعکس منکر وہ ہے جو انسانی فطرت کے مطابق نہ ہو اور انسان فطری طور پر اسے اچھا نہ سمجھے۔ عام الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ امر بالمعروف سے مراد ہے نیک کاموں کا حکم دینا اور نہی عن المنکر سے مراد برائی سے روکنا۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر امت مسلمہ پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب دنیا میں قیامت تک کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور ہم آخری امت ہیں۔ اب لوگوں تک ہدایت ورہنمائی اور اسلام کی تعلیمات پہنچانے کی ذمہ داری امت محمدیہ پر عائد ہوتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:۔

"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"

(آل عمران۔110)

(اے مومنو!) تم سب سے بہتر اُمت ہو۔ (تمہیں) لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔"

دوسری جگہ یہی بات ان الفاظ میں دہرائی گئی۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

(البقرۃ۔143)

"اور اس طرح ہم نے تمھیں بہتر (درمیانی) امت بنایا ہے۔ تاکہ تم دوسرے تمام انسانوں کے لیے (ہمارے دین کے) شاہد بن جاؤ اور (ہمارا یہ) رسول تمہارے لیے شاہد ہے۔"

ہماری امت کی فضیلت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر ہم یہ فریضہ سرانجام دینے میں کوتاہی کریں گے تو نہ صرف ہماری فضیلت ختم ہو جائے گی بلکہ اللہ کے ہاں ہمیں جوابدہی کرنا پڑے گی۔ ملّت اسلامیہ کے افراد کے ساتھ اسلامی حکومت کا اولین فریضہ بھی یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ"

(الحج۔41)

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کریں اور نیکی کا حکم دیں

NOT FOR SALE – PESRP

اور برائی سے منع کریں۔"

اس طرح ایک اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ وہ جب تک برسر اقتدار رہے اپنے تمام وسائل کو استعمال کرتے ہوئے نیکی کو پھیلائے اور بے حیائی اور بُرائی کو مٹائے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطانی تدبیریں اور نفس کی ترغیبات انسان کو نیکی سے غافل کرنے میں ہر وقت لگی رہتی ہیں۔ اس لیے یہ بات بہت ضروری ہے کہ انسان کو حقیقت حال کی یاد دہانی کا کام بھی اسی طرح مسلسل ہوتا رہے۔ نیکی کی طرف بلانے کے لیے قرآن نے اسی لیے ذِکر یا ذِکریٰ (یاد دہانی) کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ اسلامی حکومت کے ذرائع ابلاغ کے لیے لازم ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کی طرف راغب کرنے اور بدی و بے حیائی سے روکنے کے سلسلے میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔

رسول پاک ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ تم میں سے کوئی شخص اگر ظلم و زیادتی اور بُرائی کو طاقت کے ساتھ روک سکتا ہو تو زور بازو سے روک دے۔ اس کی ہمت نہ ہو تو زبان سے روک دے۔ لیکن اگر اس کا ایمان بے حد کمزور ہے تو وہ اسے دل سے برا سمجھے۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو پھر ایمان کا کون سا درجہ باقی رہ جاتا ہے!

امت کا ہر فرد اپنی پہنچ کی حد تک لوگوں کو دعوتِ اسلام دینے کا پابند ہے۔ اب اگر اس کی کوتاہی کی وجہ سے کوئی شخص اسلام سے محروم رہ جاتا ہے اور قیامت کے دن اللہ کے دربار میں یہ دعویٰ پیش کرتا ہے کہ تیرا یہ مسلمان بندہ اسلامی تعلیمات اور صراطِ مستقیم کا امین تھا اور اس پر تیری طرف سے یہ فرض عائد تھا کہ وہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے۔ لیکن اس نے مجھے کبھی نیکی کا حکم نہیں دیا، دین کی دعوت نہیں دی اور بُرائی سے نہیں روکا۔ اس لیے میری گمراہی اور بُرائی کا اصل ذمہ دار یہ ہے اور اسے اس بات کی سزا ملنی چاہیے تو اس بات کا جواب ایک مسلمان کو ابھی سے سوچ رکھنا چاہیے۔

امر بالمعروف کی شرائط

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جہاں اس قدر اہم ہے وہیں اس کے لیے کچھ شرائط بھی رکھی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں جن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے، اُن میں سے چند ایک باتیں درج کی جاتی ہیں:-

دین کے بارے میں کسی پر جبر کی اجازت نہیں۔ آپ اس بات کے تو پابند ہیں کہ لوگوں کو اسلام کی حقانیت اور کفر کی بُرائی پوری وضاحت اور دلائل سے سمجھا دیں۔ لیکن اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ اسلام قبول کرنا ایک شخص کے اختیار اور آزادانہ مرضی و انتخاب پر منحصر ہے اور آپ پر لازم ہے کہ یہ کام حکمت اور عمدہ نصیحت کے انداز میں سرانجام دیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ و ہارونؑ کو حکم ہوا تھا: دیکھنا! نرمی کے ساتھ بات کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کو فرمایا گیا کہ یہ ہمارا فضل و احسان ہے کہ تم میں نرمی پیدا کر دی گئی ہے۔ اگر تم تند خو اور سخت دل ہوتے تو پھر کون تمہارے پاس بیٹھتا اور تمہاری بات سنتا۔ اس لیے نیکی کا حکم دیتے وقت نرمی اور ملائمت کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں کیونکہ اگر سختی اور اکھڑ پن سے کام لیا تو فائدے کی بجائے نقصان کا امکان ہے اور پھر وعظ و نصیحت اس انداز میں کی جائے کہ بات خود بخود مخاطب کے دل میں اتر جائے۔ (النساء۔ 63) اور اس کے ساتھ دل میں انسانیت کی بھلائی کا جذبہ ہونا چاہیے۔ اسی لیے اس کام کو نصیحت کہا گیا ہے، جس کے معنی ہیں خیر خواہی یا بھلائی چاہنا۔ اسی طرح اس بات کی بھی تاکید کی گئی ہے کہ جس چیز کی طرف لوگوں کو دعوت دیں خود بھی اس پر عمل کرتے ہوں۔ ارشادِ ربانی ہے "کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟"

NOT FOR SALE – PESRP

نیکی پھیلانے اور بُرائی مٹانے کا فرض ہر مسلمان پر زندگی کے ہر دور اور ہر مرحلے میں لازم ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ دین کا پوری توجہ سے مطالعہ کریں۔ خُود بھی اس کا علم حاصل کریں اور اللّٰہ کے دوسرے بندوں تک بھی اللّٰہ کے احکام و ہدایات پہنچاتے رہیں۔ اگر کوئی شخص بُرا بن جائے گا تو اس کی برائی سے ہم اور ہمارے عزیز و اقارب بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اس لیے بہتر معاشرہ قائم کرنے کے لیے ہم بھی اپنے حصہ کی ذمہ داری ادا کریں۔

مشق

1- امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کیا مُراد ہے؟

2- امر بالمعروف و نہی عن المنکر امت محمدیہ پر کیوں فرض قرار دیا گیا ہے؟

3- امت مسلمہ کی فضیلت کی بنیاد کیا ہے؟ تفصیل بتائیں۔

4- ایک مسلمان حکومت کا اولین فریضہ کیا ہے؟ وضاحت کریں۔

5- رسول اللّٰہ ﷺ نے بُرائی سے روکنے کے بارے میں جو ہدایت فرمائی ہے اسے واضح کریں۔

6- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی شرائط بیان کریں۔

7- خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) امر کے معنی ہیں کسی کام کے کرنے کا.................. دینا۔

(ب) نہی کے معنی ہیں کسی بات سے.................. دینا۔

(ج) معروف وہ ہے جس سے آپ.................. ہوں اور اس سے اجنبیت محسوس نہ کریں۔

(د) منکر وہ ہے جو انسانی فطرت سے.................. نہ رکھتا ہو۔

(ہ) امت مسلمہ پر.................. فرض قرار دیا گیا ہے۔

(و) تم سب سے بہتر.................. ہو۔

(ز) دین کے بارے میں کسی جبر یا زبردستی کی.................. نہیں۔

(ح) نصیحت کے لفظی معنی.................. ہیں۔

(ط) کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو.................. جاتے ہو؟

(ی) نصیحت اس طرح کی جائے کہ بات خود بخود مخاطب کے.................. میں اتر جائے۔

حقوق العباد

یتیموں کے حقوق

جو چھوٹے بچے اپنے باپ کے سایۂ شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں، ان کے متعلق معاشرے کے افراد پر کچھ فرائض یا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ معاشرے کے تمام افراد کا فرض بنتا ہے کہ یتیم کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آئیں۔ اس کی ہر طرح کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ اس کے مال اسباب کی حفاظت کریں۔ اس کی تعلیم و تربیت کا مناسب انتظام کریں۔ جب یتیم بچے عاقل و بالغ ہو جائیں تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دیں۔ یتیم بچیوں کی پرورش اور ان کی شادی بیاہ کا خاص طور پر اہتمام کریں اور ان یتیموں کو اس بات کا احساس نہ ہونے دیں کہ وہ باپ کے سائے سے محروم ہیں۔ بلکہ ان کو وہ تمام آرام، سہولیات، تحفظ اور توجہ فراہم کریں جو ان کا باپ زندہ ہونے کی صورت میں انہیں فراہم کرتا۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ پیدا ہی یتیم ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کو یتیموں کی بے کسی کا خوب اندازہ تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ یتیموں کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے تھے۔ قرآن کریم نے بھی یتیموں کے متعلق متعدد ہدایات دی ہیں۔

قرآنی احکام

یتیم کو حقیر و بے سہارا سمجھ کر انہیں دھکے نہ دیے جائیں۔ (الماعون۔2) نہ ان کے احترام میں کوئی کمی کی جائے (الفجر۔17) یتیم پر قہر اور ستم نہ کیا جائے (الضحیٰ۔9)

کسی رشتہ دار یتیم کو کھانا کھلانا بہت بڑی نیکی قرار دیا گیا (البلد۔15) لیکن یتیم کو یہ کھانا اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کھلایا جائے۔ (الدھر۔8)

یتیموں کا مال اپنے مال میں شامل نہ کرو۔ بلکہ احتیاط اور ذمہ داری سے ان کے حوالے کر دو۔ وگرنہ یہ بہت بڑا گناہ ہوگا۔ (النساء۔2) لیکن ناسمجھی کی عمر میں یتیموں کے مال ان کے حوالے نہ کرو۔ بلکہ ان کی پرورش بھی کرو اور ان کے مال بھی حفاظت سے رکھو۔ پھر جب وہ بڑے اور سمجھ دار ہو جائیں تو اُن کے مال ان کے سپرد کر دو (النساء۔6,5)

یتیموں کے ساتھ انصاف کا معاملہ کریں۔ (النساء۔127)

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات

☆ میں اور کسی یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں دو ساتھ ساتھ والی انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے۔

☆ مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بھلائی کی جا رہی ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو۔

☆ جو کسی یتیم بچے کو اپنے گھر بلا کر لائے اور اس کو کھلائے پلائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کی نعمت عطا فرمائے گا۔

NOT FOR SALE – PESRP

صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل

☆ کسی یتیم کی پرورش کا سوال آتا تو اس کے لیے متعدد لوگ پیش کش کرتے۔
☆ بدر کے یتیموں کے حق میں حضرت فاطمہؓ اپنے حصے سے دستبردار ہو گئیں۔
☆ حضرت عائشہؓ یتیم بچیوں کی پرورش کا بڑا اہتمام کرتیں۔
☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اکثر کسی یتیم بچے کو ساتھ بٹھائے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔
☆ حضرت ابوالدحداحؓ نے اپنا باغ ایک یتیم بچے کو ہبہ کر دیا۔
☆ اسلام نے مسلمان حکمرانوں اور قاضیوں کی ذمہ داری قرار دی کہ وہ یتیموں کے اموال، مفادات اور معاملات کی دیکھ بھال کریں اور ان کے سرپرست کے طور پر ان کی شادی بیاہ کا بھی بندوبست کریں۔

بیواؤں کے حقوق

بیوہ کے ساتھ انسانی تاریخ میں جو ظلم روا رکھا گیا ہے، وہ انتہائی دردناک ہے۔ عرب میں یہ جانوروں کی طرح خاوند کے وارثوں کی غلامی میں چلی جاتی تھیں۔ یہودیوں میں یہ مرحوم شوہر کے بھائی کی ملکیت قرار پاتی تھیں۔ ہندو مذہب نے تو اس سے زندہ رہنے کا حق بھی چھیننے کی کوشش کی۔ یا تو وہ شوہر کی چتا کے ساتھ جل مرے اور ستی ہو جائے۔ وگرنہ ساری عمر لعنت اور نحوست کی علامت بن کر پوری زندگی سوگ میں گزار دے۔

اسلام نے بیواؤں کے حقوق متعین کیے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:-
☆ خاوند کی وراثت میں سے اسے باقاعدہ ایک مقررہ حصے کا حق دار قرار دیا اور اگر مہر ابھی تک ادا نہ ہوا ہو، تو خاوند کے مال میں سے اس کی علیحدہ ادائیگی لازم قرار دی گئی۔
☆ خاوند کی وفات کا دائمی سوگ ختم کر کے چار ماہ دس دن کی مدت مقرر کی۔
☆ بیوہ کو اپنی دوسری شادی کی پوری آزادی دے دی گئی اور کسی کو اس پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔
☆ بیوہ اور مسکین کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والے کو مجاہد فی سبیل اللہ اور دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادات کرنے والے کے برابر قرار دیا۔

معذوروں کے حقوق

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں معذوری کی بنا پر لوگوں کے حقارت آمیز القابات رکھنے سے منع فرمایا۔
☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کوئی ایک مصیبت دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کی مصیبتوں میں سے اس کی کوئی مصیبت دور فرمائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بھولے بھٹکے کو یا کسی نابینا کو راستہ بتانا بھی صدقہ ہے۔
☆ بیمار کی عیادت کو لازمی قرار دیا۔ عیادت کے معنی عربی میں صرف بیمار پرسی کے لیے جانا نہیں۔ بلکہ اس کی تیمارداری اور خدمت بھی عیادت میں شامل ہیں۔ جو شخص کسی بیماری کی وجہ سے معذور ہو گیا ہے۔ اس کے متعلقین پر لازم ہے کہ اس کی خدمت گزاری میں

حاضر رہیں۔

☆ معذوروں سے کوئی ایسا کام نہ لیا جائے، جو ان کے لیے تنگی اور حرج کا باعث ہو۔ سورۃ الفتح میں نابینا، لنگڑے اور مریض کا نام لے کر فرمایا گیا ہے کہ ان پر جہاد میں شمولیت لازم نہیں۔ سورۃ توبہ میں ضعفاء کے ساتھ بھی جہاد وغیرہ کے سلسلے میں نرمی برتی گئی ہے۔

☆ معذور انسان دراصل بے بس ہوتا ہے۔ وہ بعض کام خود سر انجام دینے کے قابل نہیں ہوتا۔ اسلامی معاشرے کی تو بنیاد ہی انسانی ہمدردی پر ہے۔ بھلا اس ہمدردی کا حق دار معذور انسان سے زیادہ اور کون ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے معذوروں کو اپنے حقوق وعبادات کے سلسلے میں رعایتیں اور رخصتیں دی ہیں۔ یہ بات بندوں کے لیے ترغیب کا درجہ رکھتی ہے کہ وہ بھی ان کے ساتھ نرمی اور رعایت برتیں اور ان کی تنگی اور پریشانی دور کرنے میں ان کا ہاتھ بٹائیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیمار اور معذور کی خدمت کو خود اپنی خدمت قرار دیا ہے۔ اس میں کوتاہی کرنے والے کو قیامت کے دن ذلت وندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں معذوری سے محفوظ رکھا ہے تو یہ اس کا فضل واحسان ہے۔ ہم پر بھی لازم ہے کہ اللہ کے اس فضل واحسان کا شکر ادا کریں اور اس اظہار تشکر کی ایک صورت یہ ہے کہ ہم معذور بھائیوں کی امداد اور خدمت کریں۔ لیکن ان پر احسان نہ دھریں۔ نہ انہیں ان کی معذوری کا احساس ہونے دیں۔ بلکہ ان کی اس طرح خدمت اور تربیت کریں کہ وہ اپنے کام خود اپنے ہاتھوں سے کرنے کے قابل ہو سکیں۔ معذور کی خودداری اور عزتِ نفس کو مجروح نہ کریں۔ بلکہ اس کے سامنے اس کی معذوری کا ذکر بھی نہ کریں۔

مسافر کے حقوق

مسافر انسان اپنے گھر سے دور ہوتا ہے اور وقتی طور پر آرام وآسائش سے محروم ہوتا ہے۔ اس کی نگہداشت کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے مسافر اور انجانے مہمان فرشتوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس میں بھی ہمارے لیے رہنمائی کا سامان ہے۔

مسافر کی خدمت کے آداب

☆ بات چیت کا آغاز سلام سے ہونا چاہیے۔ یہ ایک دوسرے کے لیے سلامتی کی دعا ہے اور اس کے بعد کھانے پینے کا انتظام فوری طور پر کرنا چاہیے۔ مسافر کی خدمت کر کے خوشی محسوس ہونی چاہیے۔

☆ اس کے آرام کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہر وقت اس کے پاس نہ رہیں بلکہ اسے کچھ دیر کے لیے تنہا بھی چھوڑ دینا چاہیے۔

☆ مسافروں کی عزت واحترام کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ جس طرح حضرت لوطؑ نے اپنے مہمانوں کے احترام کی ہر ممکن کوشش فرمائی تھی۔

☆ قرآن کریم نے صدقات کے مصارف میں سے ایک مصرف ابن السبیل (راہ گیر یا مسافر) بھی قرار دیا ہے۔

☆ سفر پر روانگی کے وقت مسافر کو تھوڑی دور تک ساتھ چل کر دعاؤں کے ساتھ رخصت کریں۔

☆ سفر سے واپسی پر مسافر کا استقبال کرنا بھی اچھی بات ہے۔

FreeBooks.pk

مشق

1- یتیموں کے بارے میں قرآنی احکام بیان کریں۔

2- رسول اللہ ﷺ کی یتیموں کے بارے میں کیا تعلیمات ہیں؟

3- یتیموں کے بارے میں صحابہ کے طرزِ عمل کی مثالیں پیش کریں۔

4- اسلام سے پہلے بیواؤں کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا جاتا تھا؟

5- اسلام نے بیواؤں کے حقوق کے سلسلے میں کیا ہدایات دیں۔

6- معذوروں کے حقوق بیان کریں۔ ان کے متعلق ہمارا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟

7- مسافر کے حقوق بیان کریں۔

8- اگر آپ کے خاندان میں کوئی یتیم بچہ ہے تو آپ کے والدین کس طرح اس کی مدد کرتے ہیں؟

9- خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) ہمیں چاہیے کہ یتیم کے مال و جائداد کی .... کریں۔

(ب) ناسمجھی کی عمر میں .... کے مال ان کے حوالے نہ کرو۔

(ج) مسافروں کے .... کا انتظام فوری طور پر کرنا چاہیے۔

(د) ابن السبیل کے معنی .... ہیں۔

(ہ) اسلام نے خاوند کی میراث میں سے بیوہ کا باقاعدہ .... مقرر کیا ہے۔

(و) خاوند کی وفات پر بیوہ چار ماہ .... دن تک عدت میں رہے گی۔

(ز) اسلام نے بیواؤں کو شادی کا .... دیا ہے۔

(ح) حضرت .... اکثر کسی یتیم کو ساتھ بٹھائے بغیر کھانا نہ کھاتے۔

(ط) قرآن نے معذوری کی بنا پر حقارت آمیز .... رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

(ی) معذوروں سے ایسا کام نہ لیا جائے جو .... کا باعث ہو۔

10- مسافر کی خدمت کے آداب بیان کیجیے۔

 NOT FOR SALE-PESRP

کاروبار میں دیانت

ایک مسلمان جہاں کہیں بھی ہو، اور جو کچھ بھی کر رہا ہو، وہ اللہ کا بندہ اور رسول اللہ ﷺ کا پیروکار اور امتی ہے اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ایک بندۂ مومن کی زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی کا انتظام فرما دیا ہے۔ کاروبار کا معاملہ بھی یہی ہے۔ ایک مسلمان اگر کاروبار اختیار کرتا ہے تو اس کے لیے بھی اسے بنیادی ہدایات فراہم کر دی گئی ہیں اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ آپؐ نے فرمایا کہ نو حصے رزق کاروبار میں ہے اور باقی ایک حصہ دوسرے تمام کاموں میں ہے۔ کاروبار میں دیانت کے بارے میں اسلام نے ہمیں مندرجہ ذیل ہدایات فرمائی ہیں:۔

دیانت داری کا انعام

سچا اور دیانت دار تاجر انبیاء، صِدّیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کاروبار میں دیانت کی وجہ سے انسان کو سب سے بڑے مرتبے والے لوگوں کا ساتھ نصیب ہوگا۔ جبکہ دوسرا پہلو یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن تاجروں کا حشر فاجروں اور بدکاروں جیسا ہوگا، سوائے ان تاجروں کے جو تقویٰ، نیکی اور سچائی اختیار کریں۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگ قیامت میں اللہ کی سخت ناراضی اور عذاب کے حق دار ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ تاجر ہے، جو جھوٹی قسموں کے ذریعے اپنا کاروبار چلاتا ہے۔

بد دیانتی کی سزا

جو شخص دھوکہ دے وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں۔ ایک جنس کا ڈھیر اس طرح لگائے کہ اوپر اچھا مال ہو اور نیچے ناقص۔ یا مال میں ملاوٹ کرے۔ یا قیمت اعلیٰ مال کی لے اور مال گھٹیا دے۔ اسی طرح ناپ تول میں ہیرا پھیری بھی کاروبار کے سلسلے میں بہت بڑی اور عام قسم کی بد دیانتی ہے۔ قرآن کریم میں کئی جگہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ الرحمٰن، الشعراء، ہود، الاعراف، الانعام، بنی اسرائیل میں ایسی بد دیانتی کی مذمّت آئی ہے۔ سورۃ المطففین کا تو نام ہی اس کاروباری بد دیانتی کے حوالے سے رکھا گیا ہے اور حضرت شعیبؑ کی قوم پر اسی بد دیانتی کی وجہ سے عذابِ الٰہی نازل ہوا تھا۔

نفع و نقصان

کاروبار میں دیانت سے اس میں اضافہ اور ترقی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس طرح خریداروں کا دکاندار پر اعتماد قائم ہوتا ہے اور یہ اعتماد ختم ہو جائے، تو کاروبار ٹھپ ہو جاتا ہے۔ کاروبار میں بد دیانتی یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس تاجر کو اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں۔ وہ فریب کاری کے ذریعے ان کا نقصان کر کے اپنا فائدہ چاہتا ہے۔ حتیٰ کہ ملاوٹی اور مُضرِ صحت اشیاء فراہم کر کے لوگوں کی صحت کے ساتھ کھیلنے سے بھی باز نہیں رہتا۔ ایسا دشمنِ انسانیت شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟

ابتدائی دور میں دور دراز علاقوں میں اسلام کی اشاعت مسلمان تاجروں کی دیانت ہی کے ذریعے ہوئی تھی۔ آج غیر مسلم تاجروں نے کاروبار میں دیانت اختیار کی ہے اور وہ دنیا کی منڈیوں پر چھا گئے ہیں اور ہم لوگ اس سے روگردانی کر کے اپنا اعتماد اور اپنی ساکھ کھو بیٹھے ہیں اور کاروبار میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ حالانکہ غیر مسلموں کی کاروبار میں دیانت ان کی محض ایک پالیسی ہے جبکہ ہمارے لیے دیانت ایمان کا مسئلہ

ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص دیانت دار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔

مشق

1- کاروبار میں دیانت کے بارے میں اسلام کی تعلیمات بیان کریں۔

2- آخرت میں دیانت داری کا کیا انعام بیان کیا گیا ہے؟

3- کاروبار میں بددیانتی کے دنیوی اور اُخروی کوئی سے پانچ نقصانات بیان کریں۔

4- خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) سورۃ............کا نام ہی ناپ تول میں کمی بیشی کی بناء پر رکھا گیا ہے۔

(ب) حضرت............کی قوم پر عذاب کا ایک سبب ناپ تول میں ہیرا پھیری بھی تھا۔

(ج) دیانت داری اختیار کرنے سے............میں ترقی ہوتی ہے۔

(د) ملاوٹ کرنے والا............کا دشمن ہے۔

(ہ) غیر مسلموں کی کاروباری دیانت اُن کی ایک کاروباری............ہے۔

(و) مسلمانوں کے لیے کاروبار میں دیانت ان کے............کا معاملہ ہے۔

(ز) جو شخص دیانت دار نہیں اس کا کوئی............نہیں۔

FreeBooks.pk

تعلقات میں منافقت سے اجتناب

منافقت کسی قوم کی زندگی کا بہت بڑا روگ ہے۔ یہ ایک سرطان کی طرح ملّی وجود کی رگ رگ میں سرایت کر جاتا ہے اور اس سے ایک قوم دُنیا میں رسوا ہو کر رہ جاتی ہے۔ منافقت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اندر سے کچھ اور ہو اور باہر سے کچھ اور۔ انسانی زندگی کا ایک دائرہ اس کی ذاتی اور انفرادی زندگی تک محدود ہوتا ہے اور دوسرا دائرہ سماجی اور معاشرتی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔

رشتے داروں سے اخلاص و محبت

آپس کے میل جول میں جن لوگوں کے ساتھ ہمارا سب سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے وہ ہمارے رشتے دار اور دوست احباب ہیں۔ ان میں سے تمام لوگوں کے ساتھ ہمارے تعلقات ایک جیسے نہیں ہوتے۔ کسی کے ساتھ ہمارے تعلقات زیادہ گہرے ہوتے ہیں اور کسی کے ساتھ معمولی اور واجبی سے۔ اب اس بات کی آخر کیا ضرورت ہے کہ ہم ہر ایک پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں کہ اس کے ساتھ ہمارے تعلقات بہت گہرے ہیں۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس کے ساتھ تمھیں واقعی محبت ہو اسے یہ بات بتا دیا کرو۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جھوٹی محبت جتا کر دھوکہ نہ دیا جائے۔ کوئی شخص ضرورت کے وقت ہمیں دھوکہ دے جائے تو ہمیں کس قدر دکھ اور پریشانی ہو گی۔ اسی طرح ہمیں بھی اپنے تعلقات میں صاف اور منافقت سے پاک رہنا چاہیے۔

حکمرانوں سے تعلقات کی نوعیت

کسی ملک کی باگ ڈور اس کے سیاسی لیڈروں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ یہ لوگ بڑے سمجھ دار اور بلند کردار ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات کچھ سیاسی رہنماؤں کا دامن منافقت سے پاک نہیں رہتا۔ اگر کوئی سیاسی رہنما منافقت کے بجائے حقیقی طور پر ملک و ملّت کی بھلائی اور ترقی کے لیے کام کرے تو اس کا بھی بھلا ہے اور اس کی قوم کا بھی۔ اس دُنیا میں عزت اور آخرت میں بھی کامیابی حاصل ہوگی۔ ایک تاجر اور دکان دار خریداروں سے محبت جتاتا ہے۔ کہتا ہے یہ رعایت صرف آپ کے لیے ہے۔ اس طرح انھیں چالبازی سے اعتماد میں لے کر ان سے دھوکہ کرنا اس کی آخرت برباد کرتا ہے اور اس کا کاروبار بھی متاثر ہوتا ہے۔ بعض تاجر ملاوٹ کے ذریعے لوگوں کو ناقص اشیا فراہم کر کے اُن کی صحت برباد کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا کہ ایسے لوگ مسلمانوں میں سے نہیں ہیں۔

سماجی کارکنوں سے حُسنِ سلوک

دنیا میں آج کل سماجی خدمت کا بھی کافی رواج ہے۔ بہت سے خدا کے بندے خالص انسانی بھلائی اور اللہ کی رضا کے لیے اپنے مصیبت زدہ اور ضرورت مند بھائیوں کی خدمت میں مصروف ہیں لیکن یہاں بھی منافقت نے راہ پالی ہے۔ بہت سے لوگ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے اندر ملک و ملّت کی خدمت کا جذبہ ہے۔ لیکن اُن کے مقاصد کچھ اور ہوتے ہیں۔ اُن سے انسانیت کو کوئی بھلائی حاصل نہیں ہوتی۔

پاکستان ہمارا وطن ہے اور ہم سب کو اس میں رہنا ہے۔ اس کی عزّت اور ترقی ہی میں ہماری فلاح و کامیابی ہے اور ہماری ترقی و کامیابی کا راز اسلام کے بتائے ہوئے دیانت اور راست بازی کے اصولوں میں ہے۔ لیکن بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے اہل وطن بھائیوں کو

بھی دھوکہ دینے سے باز نہیں رہتے۔ نمونہ کچھ دکھاتے ہیں چیز کچھ دیتے ہیں۔اسی طرح جو مال باہر کے ملکوں کو بھیجا جاتا ہے بعض اوقات وہ بھی طے شدہ اور دکھائے گئے نمونے سے مختلف اور غیر معیاری ہوتا ہے۔اس سے دوسرے لوگوں کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ ملکی برآمدات متاثر ہوتی ہیں۔اور ملک کی ترقی اور اس کے باشندوں کی خوش حالی پر برا اثر پڑتا ہے۔

منافقانہ طرزِ عمل کے نقصانات

منافقت یہ ظاہر کرتی ہے کہ ایک انسان اپنے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ وہ اندر سے کھوکھلا اور گنا ہگار ہے۔اس لیے وہ جھوٹے انداز میں اچھا بننے کے لیے منافقت کا پردہ اوڑھ لیتا ہے۔ایسا شخص لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے کہ وہ ان کا ہمدرد اور خیر خواہ ہے لیکن لوگ کسی کے زبانی دعووں کو نہیں دیکھتے بلکہ اس کے عملی رویے اور کردار سے اُس کے دلی جذبات کا اندازہ لگاتے ہیں۔قرآن نے منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اللہ اور اہلِ ایمان کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔حالانکہ حقیقت میں تو وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔لیکن انہیں اس بات کا اندازہ نہیں۔

☆ منافقت ظاہر کرتی ہے کہ ایک شخص کے دل میں انسانیت کے لیے کوئی خلوص نہیں بلکہ وہ ایک خود غرض انسان ہے اور اپنے مقاصد کے لیے منافقت کا سہارا لیتا ہے۔

☆ منافقت ایک شخص کی کم علمی، نادانی اور جہالت کی بھی غمازی کرتی ہے۔ایسا شخص دوسروں کو بیوقوف سمجھتا ہے کہ وہ اس کی منافقانہ چکنی چپڑی باتوں میں آجائیں گے حالانکہ اللہ نے ہر ایک کو عقل دی ہے۔منافقت کرنے والا سمجھتا ہے کہ اس نے دوسرے کو بیوقوف بنالیا۔ جبکہ حقیقت میں وہ خود ہی بیوقوف بن رہا ہوتا ہے۔

منافقت ایک بری بات ہے اور اس کے ہر سطح پر بہت برے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ہم خود بھی سوچیں تو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ مختصراً منافقت کے چند نقصانات درج ذیل ہیں:۔

☆ سب سے پہلے تو منافقت کرنے والے کو ذاتی طور پر اس دُنیا میں بہت سے نقصانات پہنچتے ہیں۔اس پر کوئی اعتماد نہیں کرتا اور اس کی وجہ سے اس کے بہت سے کام رُک جاتے ہیں۔وہ اگر کاروباری شخص ہے، تو اس کا کاروبار تباہ ہو جاتا ہے۔سیاستدان ہے تو مستقبل کی کامیابی ختم ہو جاتی ہے۔دوست رشتے دار اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور وہ معاشرے میں نفرت وحقارت کی علامت بن کر رہ جاتا ہے۔

☆ افراد کی منافقت معاشرے کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔جس معاشرے کے لوگوں کا ظاہر و باطن ایک نہ ہو ان کا باہمی اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ایسا معاشرہ امن اور خوشحالی سے محروم ہو جاتا ہے۔

☆ منافقت سے ملک وملت کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔قوموں کی برادری میں ذلت ورُسوائی ہوتی ہے۔برآمدات متاثر ہوتی ہیں۔بیرونی تجارت کم ہو جاتی ہے۔قومی ترقی رُک جاتی ہے۔صنعتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔بے روزگاری بڑھتی ہے۔

دوغلے پن کا آخرت میں انجام

منافقت کرنے والے کی آخرت بھی برباد ہے۔ارشادِ ربانی ہے کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔قرآن میں اس کے لیے درک کا لفظ آیا ہے۔عربی میں اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی سیڑھی سے نیچے اُتر رہا ہو تو سیڑھی کا ہر نچلا پایہ درک کہلاتا ہے۔

NOT FOR SALE – PESRP

یعنی یہ شخص انسانیت اور زندگی کی سیڑھی پر مسلسل ذلت و پستی ہی کی طرف سفر کرتا رہا ہے اور اپنی پستی کے اس سفر کی بنا پر آخرت میں جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ذلت و پستی کی اس انتہا سے اپنی پناہ میں لے لے۔ آمین۔

مشق

1- معاشرتی زندگی میں منافقت کے کسی ایک پہلو پر تفصیل سے گفتگو کریں۔

2- منافقانہ طرزِ عمل کے پانچ نقصانات بیان کریں۔

3- آخرت میں منافقوں کا کیا انجام ہوگا؟

4- رشتے داروں اور ساجی کارکنوں سے حُسنِ تعلق پر نوٹ لکھیں۔

5- خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) قومی زندگی کا سب سے بڑا روگ.................. ہے۔

(ب) قوموں کی برادری میں منافقت اختیار کرنے والے.................. ہو کر رہ جاتے ہیں۔

(ج) جس کے ساتھ تمھیں واقعی.................. ہوا سے یہ بات بتا دیا کرو۔

(د) دھوکہ دے کر ملاوٹ کرنے والا.................. میں سے نہیں۔

(ہ) منافقت کرنے والا اللہ.................. کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

جہاد

جہاد کے لفظی معنی ہیں کسی کام کے لیے کوشش و محنت کرنا اور اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے اپنی ساری طاقت لگا دینا۔ مسلمان کا یہ جہاد کسی اور مقصد کے لیے نہیں بلکہ اللہ کو راضی کرنے کی غرض سے ہوتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ یہ ہے کہ اللہ کے دین پر پوری طرح عمل کرنے اور اسے دوسرے بندوں تک پہنچانے کے لیے وہ سب کچھ کر ڈالا جائے جو انسان کے بس میں ہے اور اپنی پوری قوتیں اس مقصد کے حصول میں لگا دی جائیں۔ جو شخص جہاد میں حصہ لیتا ہے اسے مجاہد کہتے ہیں۔

جہاد کی فرضیت

جہاد میں ایک مسلمان اپنا مال، اپنا وقت، اپنی صلاحیت اور بالآخر اپنی جان بھی دین کی حفاظت اور سر بلندی کے لیے قربان کر دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ بظاہر یہ جہاد ایک ناگوار بات لگتی ہے لیکن یہ تم پر لازم قرار دے دی گئی ہے۔ (البقرۃ۔ 216) نیز ارشاد فرمایا کہ پوری طرح اللہ کے دین اور اس کی فرمانبرداری کی راہ ہموار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ "فتنہ" کی حالت ختم ہو جائے اور "فتنہ" کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے راستے میں روڑے اٹکائے جائیں۔ لوگوں کو اسلام کی پیروی کا حق نہ دیا جائے اور انہیں اپنے حقیقی مالک کی بندگی سے روکا جائے۔ یہ ایسا ظلم ہے جس سے بڑا کوئی ظلم نہیں ہو سکتا۔ یہ قتل سے بھی بڑا ظلم ہے۔ کیونکہ قتل کے ذریعے سے تو انسان کو محض چند روزہ زندگی سے محروم کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی کو اطاعتِ الٰہی سے روکا جائے اور پروردگار حقیقی کا بندہ بننے کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کی جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اصل زندگی تباہ کر دی گئی ہے اور اسے آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کی بے پایاں نعمتوں سے محروم کر دیا گیا۔

جہاد کے مقاصد

مسلح جہاد کے سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس کی اجازت ان دو مقاصد کے لیے دی گئی ہے۔

(ا) اپنے دفاع اور حفاظت کے لیے یعنی جب کوئی دوسرا آپ پر حملہ کرے تو اپنے دین اور اسلامی ریاست کی حفاظت کے لیے ہتھیار اُٹھائے جائیں۔

(ب) فتنہ دفع کرنا یعنی جب انسان پر ظلم کیا جائے، اللہ کے بندوں کو اپنے بنائے ہوئے قوانین کی غلامی پر مجبور کیا جائے، بندوں تک اُن کے مالک حقیقی کا دین نہ پہنچنے دیا جائے اور دعوتِ دین کے قانونی راستے بند کر دیے جائیں تو برائی، زیادتی اور "فتنے" کو ختم کرنے کے لیے طاقت استعمال کی جائے۔ اسی طرح اگر کہیں مسلمانوں پر ظلم کیا جا رہا ہو تو انہیں ظالموں کے پنجے سے نجات دلانے کے لیے بھی جہاد ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے "اے مسلمانو! تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے کس مردوں، عورتوں اور بچوں کی حمایت میں نہیں لڑتے جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور اپنے اللہ سے دعا کر رہے ہیں کہ ہمیں ظالموں کی اس بستی سے نکال! اور ہمارے لیے اپنے ہاں سے کوئی حامی اور مددگار بھیج۔

شہید کا مقام

جو شخص اسلام کے لیے، اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہوا جان دے دے اسے شہید کہتے ہیں۔ اور اسلام میں شہید کا درجہ اس قدر بلند

ہے کہ اسے ''مردہ'' کہنے کی اجازت نہیں۔ بلکہ فرمایا گیا کہ وہ زندہ ہے اور اپنے پروردگار کے پاس سے ''رزق'' پا رہا ہے۔ البتہ تمہیں اس کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔

جہاد کی ضروریات پوری کرنے کے لیے مالی قربانی کی بھی ضرورت ہے۔ اسے اسلام نے مالی جہاد قرار دیا ہے۔ جو لوگ جہاد میں شامل ہونے کے لیے اپنے گھر بار چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے ہیں۔ اُن کے گھر والوں کی دیکھ بھال بھی ضروری ہے۔ کسی بھی مشکل وقت میں ان کی مدد کی جائے۔ ان کے مسائل حل کیے جائیں۔ اور ان کی جان، مال، عزّت اور جائداد کی حفاظت کی جائے۔

جو خوش نصیب مسلمان جہاد میں شہادت کا مرتبہ حاصل کر لیں، اُن کے خاندان کی دیکھ بھال تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اُن کے گھر والوں کی کفالت، اُن کے کھانے پینے، لباس، علاج اور مکان کا بندوبست کیا جائے۔ اُن کے بچوں کی تعلیم، تربیت اور تمام تعلیمی ضروریات کا انتظام کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص نے اللہ کی راہ میں کسی مجاہد کو سامان بہم پہنچایا یا اس کے پیچھے اس کے گھر والوں کی اچھی طرح خبر گیری کی اس نے بھی جہاد میں حصہ لیا۔''

جہاد ایک دائمی عمل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔'' دُنیا کے مختلف حصوں میں آج بھی جہاد ہو رہا ہے۔ بے شمار مجاہدین اسلام آج بھی اپنے دین کی حفاظت، ظلم سے نجات، آزادی کے حصول اور اپنے مظلوم بھائیوں کی امداد کے لیے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لے رہے ہیں۔

ہماری ذمّہ داریاں

اگرچہ ایک طالب علم کی حیثیت سے ہم جہاد میں عملاً شامل نہیں ہو سکتے لیکن جہاد کی تیاری کے سلسلے میں مالی امداد مہیا کر سکتے ہیں۔ مجاہدین، شہدا کے گھر والوں کی خدمت اور دیکھ بھال میں حصہ لے سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ماں باپ کی خدمت کو بھی جہاد قرار دیا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم اپنے ملک کی ترقی اور اسلام کی اشاعت کے لیے زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر علم حاصل کریں تاکہ ہم اسلام کی سربلندی اور اشاعت میں عملی طور پر حصہ دار بن سکیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن، سنت، سیرت رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اور اپنی اسلامیات کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کریں اور ملک و ملت کی عزّت و ترقی کے لیے سائنسی علوم کا بھی زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں اور اس طرح اپنی علمی استعداد اور وسائل حیات میں اضافہ کریں۔ نیز جسمانی طور پر بھی اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ تندرست و توانا بنائیں لیکن بنیادی مقصد محض اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے کی بجائے ملک و ملت کی خدمت ہونا چاہیے۔

NOT FOR SALE – PESRP

مشق

1- جہاد فی سبیل اللّٰہ کا مفہوم بیان کریں۔

2- مسلح جہاد کے مقاصد بیان کریں۔

3- جو لوگ کسی وجہ سے خود مسلح جہاد میں شمولیت نہیں کر سکتے وہ جہاد اور مجاہدین اسلام کی خدمت کے سلسلے میں کیا خدمات سرانجام دے سکتے ہیں؟

4- فتنہ کا مفہوم اور اُس کی حقیقت تفصیل سے بیان کریں۔

5- خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) جہاد کے معنی ہیں کسی مقصد کے لیے اپنی پوری.............. صرف کرنا۔

(ب) ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد اللّٰہ کی رضا کا.............. ہے۔

(ج) جو شخص جہاد میں حصہ لیتا ہے، اُسے.............. کہتے ہیں۔

(د) جو شخص جہاد میں مارا جائے اسے.............. کہتے ہیں۔

(ہ) جس نے مجاہد کے گھر والوں کی خبر گیری کی اس نے بھی.............. میں حصہ لیا۔

(و) جہاد.............. تک جاری رہے گا۔

(ز) شہید کو.............. کہنے کی اجازت نہیں۔

6- دُنیا کے جن حصوں میں مسلمان آزادی اور حق خُود ارادیت کے حصول کے لیے جہاد کر رہے ہیں ان کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ جماعت کو گروپوں میں تقسیم کر کے ایک ایک گروپ ایک ایک ملک کی جدو جہد کا مطالعہ تیار کر کے سکول میگزین یا مناسب رسائل و اخبارات میں اشاعت کے لیے بھجوائیے۔

7- ایک طالب علم کی حیثیت سے آپ کس طرح جہاد میں حصہ لے سکتے ہیں؟

اتحادِ ملی

اتحادِ ملی سے مُراد ہے قوم کا عقیدے اور نظریے کی بنیاد پر ایک ہو جانا۔ ملت اسلامیہ ایک امت ہے۔ اس کے عقائد و نظریات ایک ہیں۔ اس کے افراد دُنیا کے کسی کونے میں رہتے ہوں، آپس میں ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھتے ہیں۔

عقائد و نظریات کے لحاظ سے اتحاد

ہمارا خالق و مالک ایک ہے۔ مسلمان ایک رسول کے بتائے ہوئے طریقے ہی کو اپنے لیے راہِ نجات سمجھتے ہیں۔ ہماری ہدایت و رہنمائی کا بنیادی سرچشمہ بھی ایک ہے۔ یعنی اللّٰہ کی کتاب قرآن حکیم۔ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے، حساب کتاب منعقد ہونے اور جزا و سزا کے متعلق بھی ہم سب کا عقیدہ و نظریہ ایک ہے۔ اس نظریاتی یگانگت نے ہمیں اتحادِ ملی کے ایک مضبوط رشتے سے منسلک کر دیا ہے۔

عبادات کے لحاظ سے اتحاد

اسلام نے بندگی اور عبادات کے جو طریقے مقرر کیے ہیں وہ ہمارے اس اتحادِ ملی کے رشتے کو اور مضبوط بنا دیتے ہیں۔ ہماری سب سے اہم اور بنیادی عبادت نماز ہے۔ دُنیا کے ہر خطے کے لوگ اسے ایک ہی طرح سے ادا کرتے ہیں۔ نماز دِن میں پانچ مرتبہ اتحادِ ملی کے سبق کو ہمارے ذہن میں تازہ کرتی ہے۔ اس کے اوقات ایک ہیں۔ اذان بھی ایک ہے۔ یہ عبادت دُنیا بھر کے مسلمان ایک ہی مرکز خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے ادا کرتے ہیں۔ بغیر کسی امتیاز کے سب لوگ کندھے سے کندھا ملا کر ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ امام کی رہنمائی میں سب ایک طرح قیام کرتے ہیں اور ایک طرح رکوع و سجود کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ہمارے اتحادِ ملی کا ذریعہ بھی ہے اور اسے مضبوط بنانے کا وسیلہ بھی۔ روزے بھی اتحادِ ملی کو مضبوط و مستحکم کرتے ہیں۔ بھوک پیاس کا ذاتی تجربہ اپنے بھائیوں کی مدد کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ ماہِ رمضان کے اختتام پر فطرانہ ملّت کے تمام افراد کے عید کی خوشیوں میں شامل ہونے کا وسیلہ بنتا ہے اور حج تو پوری دُنیا کے مسلمانوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر کے ایک بین الاقوامی اتحادِ ملّی کا سبق دیتا ہے۔ نمازِ جمعہ ہفتے میں ایک دن محلّے کے مسلمانوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ملی اتحاد کا سبق دیتی ہے۔ نمازِ عید سال میں دو مرتبہ پورے شہر کے مسلمانوں کو شہر سے باہر ایک میدان میں جمع کر دیتی ہے۔ غرض ہم اسلامی عبادات کو جس پہلو سے بھی دیکھیں ملی اتحاد کا فروغ ان کا ایک اہم مقصد نظر آتا ہے۔

معاشرتی زندگی کے اُصول و قوانین کی یکسانیت

مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں بھی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ یہ ہمارے ملی اتحاد کا عظیم الشان مظہر ہے۔ شادی بیاہ، جنازہ، تجہیز و تکفین، حقوق و فرائض، آداب و اطوار، رہن سہن، میل جول، خاندانی نظام کے سلسلے میں ہمدردی اور تعاون کے لیے دینِ اسلام نے اُصول و قواعد مقرر کیے ہیں۔ اس طرح معاشرتی زندگی کے اُصول و تعلقات کی یکسانیت اس بات کی شاہد ہے کہ ہماری تہذیب و ثقافت ایک ہے۔

عملی زندگی کے دوسرے تمام اعمال میں یکسانیت

مسلمانوں کا بھلائی اور بُرائی کا معیار ایک ہے۔ ان کے سیاسی اور اقتصادی نظام کے اُصول ایک ہیں۔ اسلام نے چونکہ ہماری سوچ کا ایک یکساں انداز بنا دیا ہے اس لیے ہمارے تمام افعال و کردار میں یکسانیت ہے۔ اس نے ہمارے ملی اتحاد کو نہایت مضبوط بنیادوں پر قائم کر

NOT FOR SALE – PESRP

دیا ہے۔اور قرآن کریم نے ہمیں واضح ہدایات دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے احکام

اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو وگرنہ کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (الانفال۔46) اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کے درمیان صلح کرادو۔ (الحجرات۔9) اور حکم دیا اللہ کے بندو، بھائی بھائی بن جاؤ۔

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جاؤ (تفرقے میں نہ پڑو) اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دُشمن تھے۔اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے (آل عمران۔102)

قرآن میں باہمی ہمدردی کے بہت سے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ باہمی خیر خواہی کا اس حد تک جذبہ پیدا کیا گیا کہ اگر خود کچھ نہ کر سکتے ہو تو دوسروں کو اپنے مسلمان بھائی کی مدد کی ترغیب وتوجہ ہی دلا دو۔ اگر اس کا بھی موقع نہ ملے تو اُن کے لیے دُعائے خیر ہی کر دو۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہم دُعا کریں (اے اللہ) ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کینہ اور عداوت نہ پیدا ہونے دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات

تم مسلمانوں کو باہمی رحم، محبت اور شفقت کرنے میں جسمِ واحد کی طرح دیکھو گے کہ اگر اس کے ایک عضو میں تکلیف ہو جائے تو بدن کے سارے اعضا بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔مسلمان ایک دوسرے کو اس طرح مضبوط کرتے ہیں جس طرح دیوار کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے واضح کرنے کے لیے ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں داخل کر کے دکھائیں۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔نہ خود اس پر ظلم کرتا ہے نہ کسی دوسرے کو اس پر ظلم کرنے دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔تین دِن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھنا حرام قرار دیا۔مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامتی میں رہیں۔

ہماری قوت اور ترقی وخوشحالی کا دارومدار کلیتاً ہمارے اتحادِ ملی پر ہے۔اس لیے ان اسلامی تعلیمات کو ذہن نشین کرلیں اور کسی ایسی بات یا نعرے کا ساتھ نہ دیں جو اتحادِ ملی کو پارہ پارہ کرنے کا موجب بنے اور ہمیں گمراہ کر کے اپنے بھائیوں سے متنفر کر دے۔یا اپنے بھائیوں سے تعصب کی تعلیم دے۔ ہمارے دین کی تعلیم بھی یہی ہے اور ہماری قوت کا راز بھی یہی ہے۔

مشق

1- عقائد ونظریات میں یگانگت ہمارے ملی اتحاد کی مضبوط بنیاد ہے۔وضاحت کریں۔
2- اسلامی عبادات کی ہم آہنگی ہمارے ملی اتحاد کا ذریعہ ہے۔تفصیل سے بیان کریں۔
3- معاشرتی زندگی کے اُصول وقوانین میں وہ کون سی یکساں باتیں ہیں جو ہمارے اتحادِ ملی کو طاقتور بناتی ہیں؟
4- ملی اتحاد مضبوط کرنے کے سلسلے میں چند قرآنی تعلیمات بیان کریں۔
5- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمارے اتحادِ ملی کو مستحکم کرنے کے لیے کیا ہدایات ارشاد فرمائیں؟

NOT FOR SALE – PESRP

6- خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) تین دِن سے زیادہ اپنے بھائی سے قطع تعلق .... ہے۔

(ب) وہ مسلمان نہیں جس کی زبان اور .... سے دوسرے مسلمان محفوظ نہ ہوں۔

(ج) اللہ کے بندو .... بن جاؤ۔

(د) اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں .... کرا دو۔

(ہ) مسلمان آپس میں جھگڑا کریں تو .... پڑ جائیں گے۔

(و) تم اللہ کی نعمت سے .... بن گئے۔

باب نمبر 5

(ا) ہدایت کے سرچشمے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل میں اللہ کے آخری رسول ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کا نام مریم تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش اللہ کے حکم سے بغیر باپ کے معجزانہ طور پر ہوئی تھی۔ ان کی والدہ بنی اسرائیل کی نسل سے تھیں اور حضرت عیسیٰؑ بھی بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ان کی بغیر باپ کے پیدائش پر بنی اسرائیل نے ان کی والدہ حضرت مریم پر بدچلنی کا الزام لگایا تو انہوں نے ماں کی گود ہی سے ایسی عمر میں کلام کیا جس عمر میں بچے کلام کرنے کے قابل نہیں ہوتے اور اپنی ماں کی پاک دامنی ثابت کر دی۔

معجزات

حضرت عیسیٰؑ نے قریباً تیس سال کی عمر میں نبی کی حیثیت سے دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کرنا شروع کر دیا۔ یہود کو بے روح مذہبیت کی بجائے اللہ کی محبت، انسانی ہمدردی، حاجت مندوں کی امداد اور توحید خالص کی تلقین کی۔ لیکن یہود نے ان کی دعوت قبول کرنے کی بجائے ان کی مخالفت شروع کر دی۔ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے معجزات عطا فرمائے۔ اس زمانے میں طب یونانی اپنے عروج پر تھی۔ جن بیماریوں کو ماہر یونانی طبیب بھی لا علاج قرار دے چکے تھے حضرت عیسیٰؑ اللہ کے نام سے انہیں ٹھیک کر دیتے۔ پیدائشی گونگے بولنے لگتے۔ کوڑھی اسی وقت تندرست ہو جاتے۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے حکم سے مُردوں کو بھی زندہ کر دیتے۔ مٹی سے پرندے کی مورت بناتے اور اس میں اللہ کا نام لے کر پھونک مارتے تو وہ سچ مچ اُڑنے لگتا۔ جھیل اور دریاؤں کو پیدل چل کر عبور کر لیتے۔ ایک دو آدمی کے کھانے سے پانچ ہزار آدمیوں کا پیٹ بھر دیتے غرض حضرت عیسیٰؑ تبلیغ بھی کرتے جاتے اور بیماروں اور آسیب زدہ لوگوں کو ٹھیک بھی کرتے جاتے۔

دعوت و تبلیغ

حضرت عیسیٰؑ ایک درویش مزاج، ہمدرد اور نرم دل انسان تھے۔ وہ یہود کو کمزوروں سے نفرت، تکبر، سنگدلی اور سختی کے بجائے مذہب کی روح سمجھنے اور اس کے مطابق نرمی اختیار کرنے کی دعوت دیتے۔ لیکن یہودیوں نے ان کی دعوت کو نہایت غرور اور حقارت سے رد کر دیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے یروشلم چھوڑا اور جھیل کے کنارے غریبوں، مچھیروں، دھوبیوں اور مزدوروں میں تبلیغ دین کا کام شروع کر دیا۔ حضرت عیسیٰؑ جہاں جاتے، بیماروں اور دُکھی انسانوں کی بھیڑ ان کے گرد جمع ہو جاتی۔ وہ ان کی جسمانی بیماریوں کو بھی ٹھیک کرتے اور انہیں حقیقی دین کی دعوت بھی دیتے۔ اس طرح اُن کی دعوت بڑی تیزی سے فلسطین کے علاقے میں پھیلنے لگی۔ حضرت عیسیٰؑ نے حضرت محمد ﷺ کی پیدائش سے قریباً ساڑھے پانچ سو سال پہلے تبلیغ کا آغاز فرمایا اور انہیں بہت تھوڑا عرصہ (قریباً تین سال) تک دعوت و تبلیغ کا موقعہ ملا۔

NOT FOR SALE – PESRP

یہود کی سازش

یہودی حضرت عیسیٰؑ کی مقبولیت سے گھبرا گئے۔ انہیں اس بات کا خطرہ پیدا ہو گیا کہ حضرت عیسیٰؑ اُن کی مذہبی سرداری اور اجارہ داری ختم کر دیں گے۔ اس لیے انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو ختم کرنے کی سازش شروع کر دی۔ یہودی فلسطین کے رومی گورنر کے پاس مقدمہ لے کر گئے کہ عیسیٰؑ نے ہمارا دین بگاڑنا شروع کر دیا ہے۔ ہمارے جوانوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ ہمارے درمیان اختلافات کھڑے کر دیے ہیں اور ہمارے اندر فتنہ برپا کر دیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اسرائیل کا بادشاہ کہتا ہے۔ وہ قانون اور حکام کا احترام نہیں کرتا۔ وہ ایک انقلابی شخص ہے اور وہ حکومت کے لیے بھی ایک بہت بڑا خطرہ بن گیا ہے۔

سزائے موت اور آسمان پر اُٹھایا جانا

رومی گورنر یہودیوں کی مکاری کو سمجھتا تھا اور اس معاملے میں خود کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے یہودی علماء سے خود ہی فیصلہ کرنے کو کہا۔ انہوں نے اسے سولی پر چڑھانے کی سفارش کی اور گورنر نے بے دلی سے یہ حکم صادر کر دیا۔ یہودی خوش ہو گئے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ بہت بدتمیزیاں کیں۔ اور انہیں بہت اذیتیں پہنچائیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے گرد آپ کے پیروکاروں اور یہودی دشمنوں کا ہجوم تھا۔ انہی میں آپ کا وہ حواری یہودا بھی تھا جس نے حضرت عیسیٰؑ کی مخبری کر کے آپ کو گرفتار کرایا تھا۔ اس بھیڑ بھاڑ اور ہنگامے میں کسی کو کچھ پتہ نہ لگ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ رومی گورنر کے سپاہیوں کو اس معاملے میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس ہنگامے میں کچھ ایسی صورت حال بنی کہ لوگوں نے کسی شخص کو حضرت عیسیٰؑ سمجھ لیا اور اس کو پکڑ کر سولی پر لٹکا دیا۔ اسی دوران میں حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے آسمان پر اُٹھا لیا۔

نبی ﷺ آخر الزمان کی بشارت

حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ انہوں نے اپنے حواریوں میں حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا اعلان بڑے واضح الفاظ میں فرما دیا تھا۔ اور ہمارے پیارے رسول ﷺ کے متعلق حضرت عیسیٰؑ کی بشارتیں آج بھی انجیلوں میں موجود ہیں۔ بالخصوص انجیل یوحنا میں تو رسول اکرم ﷺ کے متعلق نہایت واضح بشارتیں دی گئی ہیں اور اس میں حضرت محمد ﷺ کو دُنیا کا سردار (سرورِ عالم) اور ہمیشہ تک ساتھ رہنے والا (آخری نبی) کہا گیا ہے۔

یہ ہے حضرت عیسیٰؑ کا مختصر قصہ۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اِنسان کے دل میں بنی نوع اِنسان کے لیے ہمدردی کا جذبہ ہونا چاہیے۔ اِنسان کو دکھی انسانیت کی خدمت کرنی چاہیے۔ حق کا پیغام پھیلانا چاہیے اور ثابت قدمی سے سختیوں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسان کی مدد فرماتا ہے ایسے انسان کو اپنے دُنیاوی مقاصد میں کامیابی نصیب ہوتی ہے اور وہ آخرت میں سرخرو اور کامران ہوتا ہے۔

NOT FOR SALE – PESRP

مشق

-1 حضرت عیسیٰؑ نے اپنی معجزانہ پیدائش کے سلسلے میں یہود کے الزام کو کس طرح ردّ کیا؟

-2 حضرت عیسیٰؑ کے تین معجزات بیان کریں۔

-3 حضرت عیسیٰؑ کے متعلق یہود کے رویے کی تفصیل بیان کریں۔

-4 حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرانے کے لیے یہود نے کس طرح مقدمہ قائم کر کے فیصلہ حاصل کیا؟

-5 خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) حضرت عیسیٰؑ بغیر .... معجزانہ طور پر پیدا ہوئے۔

(ب) حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کا نام .... تھا۔

(ج) حضرت عیسیٰؑ نے .... میں کلام کر کے والدہ کی پاکدامنی ثابت کی۔

(د) یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کی .... شروع کر دی۔

(ہ) یہودیوں نے .... گورنر کے پاس حضرت عیسیٰؑ کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔

(ب) روشنی کی طرف سفر

حضرت سلمان فارسیؓ

حضرت سلمان فارسیؓ دربارِ نبوت کے ایسے چمکدار ستارے ہیں جن کی روشنی منزلِ وفا کے مسافروں کے دلوں میں امید و ہدایت کے چراغ روشن رکھے گی۔ ان کی زندگی تلاشِ حق کی ایک مسلسل داستان اور ان کی جستجوئے حقیقت کی انتھک کوشش روشنی کی طرف ایک لازوال سفر ہے۔

سلمان بن اسلام

سلمان فارسیؓ خاندانی اعتبار سے کوئی معمولی انسان نہ تھے۔ ان کے والد اپنے علاقے کے رئیس تھے۔ لیکن سلمانؓ نے اپنے خاندانی مرتبے پر کبھی فخر نہیں کیا۔ کوئی آپ کے آباؤ اجداد اور خاندان کے متعلق سوال کرتا ہے تو سلمانؓ کیا خوب جواب دیتے ہیں۔ میری شناخت بس اسلام ہے اور میں صرف اسلام کا فرزند ہوں۔ نہیں، بلکہ میں تو نسل ہا نسل سے اسلام کا بیٹا ہوں۔ سلمان، ابن اسلام، ابن اسلام، ابن اسلام۔۔۔۔۔ اقبالؒ نے مسلمان کے متعلق کہا تھا۔

اسلام ترا دیس ہے، تو مصطفوی ہے!

اور سیدنا سلمان فارسیؓ اس کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ اور پھر خوش نصیبی دیکھیے اس وطن و نسل سے بے نیاز پردیسی کی! رسول اللہ ﷺ پکار اُٹھتے ہیں۔ سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ سلمانؓ میرے گھر کا ایک فرد ہے، سلمانؓ میرے گھر والوں میں سے ایک ہے، سلمانؓ میرا ہے۔ کون ہے جو خوش نصیبی میں اس غریب الدّیار یعنی پردیسی کا مقابلہ کرسکے!

خاندانی پس منظر

حضرت سلمانؓ نے مجوسیوں کے گھر میں آنکھ کھولی۔ آتش پرستی میں خوب محنت اور غور و فکر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ خاص اس آتش کدے کے نگران اور انچارج مقرر ہوئے جس میں کبھی آگ نہ بجھتی تھی اور اس آگ کی پوجا ہوتی تھی۔ ان کے والد کی بہت بڑی جاگیر تھی۔ جس میں بے حساب اجناس کی پیداوار ہوتی تھی۔

سچائی کی تلاش اور آزمائش

ایک مرتبہ اُن کے والد کو کسی دوسرے گاؤں میں جانا پڑا اور وہ زمینوں کی دیکھ بھال سلمانؓ کے سپرد کر گئے۔ راستے میں عیسائیوں کا ایک گرجا پڑتا تھا۔ جہاں سے ان کی دعا و عبادت کی آوازیں آرہی تھیں۔ سلمانؓ اندر چلے گئے۔ دِن بھر اُن کی عبادت دیکھتے اور اس پر غور کرتے رہے۔ اس کا اپنی عبادت سے موازنہ کیا۔ ''بخدا یہ طریقہ تو ہمارے دین سے بہتر ہے۔'' حضرت سلمانؓ رات کو گھر لوٹے تو والد بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے پوچھا تو سلمانؓ نے سارا واقعہ بیان کردیا۔ والد نے کہا بیٹے، اس دین میں کوئی بھلائی نہیں۔ تیرا دین اس سے بہتر ہے۔

سلمانؓ نے کہا نہیں، ان کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ باپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں بیٹا اپنے دین سے منحرف نہ ہو جائے۔ اس نے سلمانؓ کو گھر میں قید کر دیا۔

شام کا سفر

حضرت سلمانؓ کو عیسائیوں سے معلوم ہو چکا تھا کہ اُن کا دینی مرکز ملک شام میں ہے۔ انہوں نے عیسائیوں کو پیغام بھجوایا کہ اگر تمہارے پاس شام جانے والا کوئی قافلہ آئے تو مجھے اطلاع کرا دینا۔ تھوڑے ہی دِن بعد شام جانے والا ایک قافلہ آ گیا۔ انہوں نے جناب سلمانؓ کو خبر دی۔ سلمانؓ چھپتے چھپاتے اُن کے ساتھ شام جا پہنچے۔ وہاں جا کر پوچھا اس دین میں سب سے بڑا آدمی کون ہوتا ہے؟ جواب ملا کہ کلیسا (گرجا) کا نگران اعلیٰ اسقف یا بشپ ہوتا ہے۔ حضرت سلمانؓ اس کے پاس گئے اور کہا کہ مجھے نصرانیت سے دلچسپی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کروں اور آپ کے ساتھ دعا میں شمولیت کروں۔ اُس نے اجازت دے دی اور حضرت سلمانؓ اس کی خدمت میں رہنے لگے۔ لیکن انہیں جلد ہی معلوم ہو گیا کہ وہ ایک غلط کار شخص تھا۔ لوگوں سے دین کے نام پر رقم بٹورتا اور اسے نہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا اور نہ کسی فقیر درویش کو دیتا۔ بلکہ اس نے ایک بہت بڑا خزانہ جمع کر لیا تھا۔ وہ مر گیا تو عیسائی اسے دفن کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے۔ حضرت سلمانؓ نے انہیں سب کچھ بتا دیا اور اس کا خزانہ بھی انہیں دکھا دیا۔ انہوں نے کہا ہم اسے دفن نہ کریں گے بلکہ اسے سولی چڑھا کر سنگسار کر دیں گے۔

نیک خو راہب کا مشورہ

اس کے بعد وہاں ایک نہایت پرہیزگار پادری مقرر کیا گیا۔ جو دِن رات عبادت میں مصروف رہتا۔ حضرت سلمانؓ ایک مدت تک اس کی خدمت میں رہے۔ جب اس کی موت کا وقت آ پہنچا تو حضرت سلمانؓ نے پوچھا کہ آپ میری رہنمائی فرمائیں کہ اب میں کس کی خدمت میں حاضر ہوں۔ قرآن کریم میں ہے کہ ''جو لوگ ہمارے راستے کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں، ہم اُن کو اپنی راہوں کی راہنمائی کر دیا کرتے ہیں۔'' (العنکبوت۔69)

چنانچہ اس راہب نے حضرت سلمانؓ کو موصل کے ایک بزرگ کا پتہ دیا۔ حضرت سلمانؓ اس کی خدمت میں پہنچ کر تعلیم و تربیت کے حصول اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔ اس کی وفات پر اور اس کے مشورے کے مطابق نصیبین کے راہب کے پاس اور اس کے بعد عموریہ میں ایک عیسائی بزرگ کی خدمت میں رہے۔ اس کی خدمت میں رہنے کے دوران حضرت سلمانؓ نے گائیوں اور بکریوں کے ریوڑ بھی پال لیے تھے۔ اس نے وفات سے پہلے بتایا کہ خدا کی قسم، اب میرے علم میں زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں جو ہدایت پر ہو۔ لیکن اب وہ زمانہ قریب آ گیا ہے جس میں ملک عرب سے دین ابراہیمؑ کا حامل ایک نبی نمودار ہونے والا ہے۔ وہ اپنے شہر سے ایک ایسی آبادی کی طرف ہجرت کر کے آئے گا جس میں کھجوروں کے باغ ہوں گے جو دو لاوے کی چٹانوں سے گھری ہوئی ہے۔ اس کی کچھ نشانیاں ایسی ہیں جو چھپ نہیں سکتیں۔ وہ تحفہ و ہدیہ تو قبول کر لے گا لیکن صدقہ کا مال نہیں کھائے گا۔ اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی۔ ہو سکے تو اس بستی کی طرف چلا جا۔

یثرب کی طرف

عموریہ کے راہب کی وفات کے بعد کچھ عرصہ حضرت سلمان فارسیؓ نے وہیں قیام کیا۔ عرب کے قبیلہ کلب کے کچھ تاجروں کا ادھر سے گزر ہوا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ ملک عرب میں لے جاؤ تو میں اپنے یہ مویشی تمہیں دے دوں۔ وہ مان گئے۔ جب یہ لوگ وادی القریٰ پہنچے تو انہوں نے غداری کی اور حضرت سلمان فارسیؓ کو ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔ کچھ دنوں بعد بنو قریظہ کا ایک شخص جو اس یہودی کا چچا زاد بھائی بھی تھا حضرت سلمان فارسیؓ کو خرید کر اپنے ساتھ یثرب میں لے گیا۔ انہوں نے وہاں وہ باغات وغیرہ دیکھے جس کا ذکر عموریہ کے راہب نے کیا تھا۔ ٹھیک وہی نقشہ، وہی لاوے کی چٹانیں! اسی طرح کے کھجوروں کے باغات! حضرت سلمان فارسیؓ نے سوچا یہ تو وہی منظر ہے! اسی کی تو مجھے تلاش تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی یثرب تشریف آوری

اسی دوران رسول اللہ ﷺ مکے میں لوگوں کو اللہ کے دین اسلام کی طرف بلا رہے تھے۔ لیکن اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کا وہاں رہنا دشوار کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں نے وہاں سے ہجرت کر کے یثرب پہنچنا شروع کر دیا تھا۔ اور بالآخر وہ گھڑی آ گئی جس کا سلمانؓ کو زندگی بھر سے انتظار تھا۔ اللہ کے وہ رسول ﷺ خود بھی یثرب تشریف لے آئے۔ حضرت سلمان فارسیؓ ایک کھجور کے درخت پر تھے اور مالک اس درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ اس کا ایک رشتہ دار اس کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ ''اللہ ستیاناس کرے ان اوس اور خزرج کا! یہ اس وقت قباء میں اس آدمی کے پاس جمع ہو رہے ہیں جس کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے۔ سلمانؓ کہتے ہیں یہ سنتے ہی میں بے چین ہو گیا۔ مجھے ڈر ہوا کہ میں کہیں اپنے مالک پر نہ گر پڑوں۔ فوراً نیچے آیا اور اس آدمی سے کہا آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ذرا مجھے بھی سنایئے۔ میرے مالک نے ڈانٹ کر کہا تیرا اس بات سے کیا تعلق؟ جا، جا کے اپنا کام کر۔

بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری اور قبول اسلام

شام ہوئی تو میں نے کچھ کھجوریں لیں اور یثرب کی نواحی بستی قبا میں اس رسول کے پاس پہنچا اور کہا ''مجھے پتا چلا تھا کہ آپ ایک نیک انسان ہیں اور آپ کے ساتھ پردیس سے آئے ہوئے کچھ ساتھی بھی ہیں جو حاجت مند ہیں۔ میرے پاس یہ صدقے کا کچھ مال ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات سے زیادہ اس کا حق دار کوئی نہیں۔ ان صاحب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کھاؤ، لیکن اپنا ہاتھ ادھر نہ بڑھایا اور خود اس میں سے کچھ نہ کھایا۔ میں نے دل میں کہا ایک نشانی تو صحیح ثابت ہوئی۔ پھر میں وہاں سے چلا آیا۔

جب ''وہ رسول'' مدینے میں آ گیا تو میں پھر اس کے پاس کھجوریں لے کر گیا اور اس سے کہا میں نے محسوس کیا تھا کہ آپ صدقے کی چیز نہیں کھاتے۔ تو میں آپ کے لیے یہ تحفہ کے طور پر لایا ہوں، قبول فرمایئے۔ اس نے اس میں سے خود بھی کھایا اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھلایا۔ میں نے دل میں کہا یہ دوسری نشانی بھی پوری ہوئی۔

پھر ایک دن میں بقیع میں اس رسول کی خدمت میں حاضر ہوا جہاں وہ اپنے کسی ساتھی کو دفن کرنے گئے تھے۔ سلام کیا اور اُس مہر نبوت کی تلاش میں آپ ﷺ کی پشت کے چکر کاٹنے لگا جس کا ذکر مجھ سے عموریہ کے راہب نے کیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ میں ان کی پشت کی طرف دیکھ رہا ہوں تو انہوں نے میری غرض پہچان لی اور اپنی پشت سے چادر ہٹائی۔ میں نے غور سے دیکھا تو مجھے وہ مہر نبوت نظر

NOT FOR SALE – PESRP

آ گئی۔ مجھے میری مُراد مل گئی تھی! میں بے قابو ہو کر اس کی طرف جھک گیا۔ میں اسے بوسہ دیتا جاتا تھا اور زاروقطار روتا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا ہے! میں نے اپنی تلاشِ حق کا سارا ماجرا بیان کر دیا اور صحابہؓ کو بھی سنایا۔ سب سن کر بے حد خوش ہوئے، روشنی کے اس مسافر کو اس کے مالک حقیقی نے اس کی طلب میں سچا پایا۔ اُس نے اسے منزل تک پہنچانے کا خود ہی اہتمام فرما دیا۔ اور اسے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں پہنچا دیا۔

منزل مُراد

سلمان فارسیؓ کی فطرت سلیم تھی۔ انہیں شروع ہی سے سچائی اور حقیقت کی تلاش تھی۔ اس کے لیے انہوں نے جدوجہد کی۔ اور بالآخر اللہ نے انہیں کامیابی عطا فرمائی۔ ان کی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کا مقصد زندگی پاکیزہ اور نصب العین بلند ہونا چاہیے۔ اس کے اندر سچائی اور حقیقت کی تلاش کا سچا جذبہ ہونا چاہیے اور پھر اس کے لیے یک سو ہو کر انسان پوری کوشش میں مصروف ہو جائے۔ اس کے نتیجے میں اللہ کی رحمت اس کی طرف خود متوجہ ہوتی ہے اور اسے کامیابی سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ مبارک ہے یہ نصب العین! مبارک ہے اس کی تلاش کا سفر! مبارک ہے اس راستے کی محنت و مشقت اور اس کے لیے جدوجہد اور مبارک ہیں وہ جو کامیابی کے ساتھ اس منزل پر پہنچنے والے ہیں۔ اللہ ہمیں بھی ایسے کامیاب اور بامُراد لوگوں میں شامل فرمائے۔ آمین۔

مشق

-1 حضرت سلمانؓ کا خاندانی پس منظر بیان کریں۔

-2 حضرت سلمانؓ کی تلاشِ حق کی ابتداء کس طرح ہوئی؟ اور انہوں نے کن حالات میں اپنے آبائی وطن کو خیر باد کہا۔

-3 شام میں پہنچنے کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ پر کیا گزری؟

-4 عموریہ کے راہب نے حضرت سلمان فارسیؓ کو سرکار مدینہ رسول اللہ ﷺ کی کیا نشانیاں بتائی تھیں؟

-5 حضرت سلمان فارسیؓ مدینہ کس طرح پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے متعلق انہیں کس طرح علم ہوا؟

-6 حضرت سلمان فارسیؓ کی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری اور قبول اسلام کا واقعہ بیان کریں۔

-7 خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) حضرت سلمان فارسیؓ کی زندگی تلاش حق کا ایک مسلسل .... ہے۔

(ب) حضرت سلمان فارسیؓ کے والد علاقے کے ایک .... تھے۔

(ج) حضرت سلمان فارسیؓ اپنے آپ کو .... کا فرزند کہتے تھے۔

(د) حضرت سلمان فارسیؓ کے گھر والے مذہبی لحاظ سے .... تھے۔

(ہ) جو لوگ ہمارے راستے کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں ہم اپنی راہوں کی طرف ان کی .... کر دیا کرتے ہیں۔

(و) رسول اللہ ﷺ نے پشت سے چادر ہٹائی تو حضرت سلمان فارسیؓ نے .... دیکھ لی۔

(ز) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سلمانؓ ہمارے .... کا ایک فرد ہے۔